ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
36
www.tanzeem.org
17 تا 23 ذوالحجہ 1437ھ / 20 تا 26 ستمبر 2016ء

طاغوت کی تبدیلی نہیں، نفی کیجیے

اسلام کی نگاہ میں ہر طاغوت طاغوت ہے، عربی ہو یا غیر عربی، فارسی ہو یا رومی۔ پس اسلامی نقطۂ نگاہ سے اس میں کوئی فرق نہ تھا کہ رومی طاغوت کو ہٹا کر عربی طاغوت کو اقتدار سونپ دیا جائے۔ فارسی طاغوت کو ناکام بنا کر عربی طاغوت کو کامیاب کر دیا جائے۔ طاغوت بہرحال طاغوت ہے، کسی رنگ کا ہو، کسی نسل سے ہو، اور اس کا چاہے کوئی بھی نام رکھ لیا جائے۔ پس ایک طاغوت سے اقتدار چھین کر دوسرے کے حوالہ کر دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ زمین جب اللہ کی ہے تو خالص اللہ ہی کی ہونی چاہیے اور اللہ کی ہو نہیں سکتی جب تک اس پر لَآ اِلٰہ اِلَّا اللہ کا جھنڈا نہ لہرائے۔ راہِ حق یہ نہیں کہ رومی وفارسی طاغوت کی جگہ کسی عربی طاغوت کو کھڑا کیا جائے۔ بلکہ راستہ یہ تھا کہ طاغوت کی یکسر نفی کر دی جائے اور ایک اللہ کی ربوبیّت اور اُلوہیت قائم کی جائے۔ طاغوت ہونے میں عربی و غیر عربی برابر ہیں۔ ایک کو صرف عربی ہونے کی بنا پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ سب انسان ایک اللہ کے بندے ہیں اور یہ بندگی قائم وظاہر نہیں ہو سکتی جب تک کہ انسانیت پر لَآ اِلٰہ اِلَّا اللہ کا علم نہ لہرایا جائے۔ اس کا معنی کیا ہے؟ یہ کہ حاکمیت فقط اللہ کی ہے۔ قانون کا منبع اللہ تعالیٰ ہے۔ شرع و قانون اسی کی طرف سے ہے۔ اللہ کے سوا کسی کا کسی پر کوئی اقتدار نہیں۔ اسلام انسان اور انسان میں اگر کسی اختلاف کا قائل ہے تو وہ صرف عقیدے کا اختلاف ہے۔ عقیدہ ہی ایک انسان اور دوسرے انسان میں فرق و امتیاز کرتا ہے اور عقیدے کی بنا پر عربی، رومی، فارسی تمام اجناس و انواع ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوتے یا ایک پلیٹ فارم کو چھوڑ کر دوسرا اختیار کرتے ہیں۔ عقیدے کی جنسیت میں رنگ، نسل، قوم، جنس، اور نوع کا کوئی فرق نہیں۔ اس جنسیت میں عربی و غیر عربی، رومی اور فارسی وغیرہم سب برابر ہیں۔

سید قطب شہیدؒ

اس شمارے میں

بوئے خوں آتی ہے......
اہل ایمان کی آزمائشیں
نہ مکیں ہے نہ مکاں ہے!
خطابِ عید الاضحیٰ
نائن الیون کے 15 سال بعد
ترکِ نماز
ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے......
ہمارا اندھا پن
پریشان نہ ہوں......رزق مقدر ہو چکا

دنیاوی زندگی کی مثال

سُورۃُ الکَھف | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت :45

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ مُّقۡتَدِرًا ﴿۴۵﴾

آیت ۴۵ ﴿وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا﴾ ’’اور بیان کیجیے ان کے لیے مثال دُنیا کی زندگی کی‘‘
﴿كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ﴾ ’’جیسے پانی کہ ہم نے اسے اتارا آسمان سے‘ پھر اس کے ساتھ مل جل کر نکل آیا زمین کا سبزہ‘‘
﴿فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ ؕ﴾ ’’پھر وہ ہو گیا چورا چورا‘ اڑائے پھرتی ہیں اسے ہوائیں۔‘‘
﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ مُّقۡتَدِرًا ﴿۴۵﴾﴾ ’’اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔‘‘

سبزے کے اُگنے‘ اس کے نشوونما پانے اور پھر خشک ہو کر خس و خاشاک کی شکل اختیار کر لینے کے عمل کو انسانی زندگی کی مشابہت کی بنا پر یہاں بیان کیا گیا ہے۔ بارش کے برستے ہی زمین سے طرح طرح کے نباتات نکل آتے ہیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ جب یہ سبزہ اپنے جوبن پر ہوتا ہے تو بڑا خوش کن منظر پیش کرتا ہے۔ مگر پھر جلد ہی اس پر زردی چھانے لگتی ہے اور چند ہی دنوں میں لہلہاتا ہوا سبزہ خس و خاشاک کا ڈھیر بن جاتا ہے اور زمین پھر سے چٹیل میدان کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ سبزے یا کسی فصل کے اُگنے‘ بڑھنے اور خشک ہونے کا یہ دورانیہ چند ہفتوں پر محیط ہو یا چند مہینوں پر‘ اس کی اصل حقیقت اور کیفیت بس یہی ہے۔

اس مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو بالکل یہی کیفیت انسانی زندگی کی بھی ہے۔ جس طرح نباتاتی زندگی کا آغاز آسمان سے بارش کے برسنے سے ہوتا ہے اسی طرح روح کے نزول سے انسانی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ انسانی روح کا تعلق عالم امر سے ہے: ﴿قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّىۡ﴾ (بنی اسرائیل:۸۵)۔ شکم مادر میں جسد خاکی کے اندر روح پھونکی گئی‘ بچہ پیدا ہوا‘ خوشیاں منائی گئیں‘ جوان اور طاقت ور ہوا‘ تمام صلاحیتوں کو عروج ملا‘ پھر ادھیڑ عمر کو پہنچا‘ جسم اور اس کی صلاحیتیں روز بروز زوال پذیر ہونے لگیں‘ بالوں میں سفیدی آ گئی‘ چہرے پر جھریاں پڑ گئیں‘ موت وارد ہوئی‘ قبر میں اتارا گیا اور مٹی میں مل کر مٹی ہو گیا۔ اس cycle کا دورانیہ مختلف افراد کے ساتھ مختلف سہی مگر انسانی زندگی کے آغاز و انجام کی حقیقت بس یہی کچھ ہے۔ چنانچہ انسان کو یہ بات کسی وقت نہیں بھولنی چاہیے کہ دنیا کا عرصۂ حیات ایک وقفۂ امتحان ہے جسے ہر انسان اپنے اپنے انداز میں گزار رہا ہے۔

فرمانِ نبویؐ

دنیا میں اجنبی

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا قَالَ اَخَذَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ بِمَنۡكِبِيۡ فَقَالَ: ((كُنۡ فِي الدُّنۡيَا كَاَنَّكَ غَرِيۡبٌ اَوۡ عَابِرُ سَبِيۡلٍ وَكَانَ ابۡنُ عُمَرَ يَقُوۡلُ اِذَا اَمۡسَيۡتَ فَلَا تَنۡتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصۡبَحۡتَ فَلَا تَنۡتَظِرِ الۡمَسَاءَ وَخُذۡ مِنۡ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنۡ حَيَاتِكَ لِمَوۡتِكَ)) (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے کو پکڑا اور فرمایا: ’’تُو دنیا میں اس طرح زندگی کے دن گزار گویا کہ تو اجنبی ہے یا مسافر۔

اور عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے تُو شام کو صبح کا انتظار نہ کر اور صبح کو شام کا انتظار نہ کر تندرستی کی حالت میں (اللہ کی اطاعت اور نیکی کا اتنا ذخیرہ) جمع کر لے جس سے بیماری کے زمانہ کی کوتاہیوں کی تلافی ہو سکے اور اپنی زندگی میں نیکی کا اتنا سرمایہ فراہم کر لے جو مرنے کے بعد تیرے کام آئے۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

17 تا 23 ذوالحجہ 1437ھ جلد 25
20 تا 26 ستمبر 2016ء شمارہ 36

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 35869501-03، فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا--------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بوئے خوں آتی ہے......

مسلمانوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ایسی قوم ہے جس کے سال (قمری سال) کا آغاز و اختتام خون بہانے سے ہوتا ہے۔ انہیں بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے۔ وہ چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دینا' شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا اور موجب فساد فی الارض کو قتل کرنا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ وحشیانہ سزائیں قرار دیتے ہیں۔ اور تو اور وہ قرآن عظیم جیسی کتابِ ہدایت کو قتل و غارت گری کا موجب بننے والی کتاب کہتے ہیں (نقل کفر کفر نباشد)۔ یہ سب کچھ دشمنانِ اسلام کی ہزلیات ہیں لیکن تکلیف اور دکھ کا وقت وہ ہوتا ہے جب مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کو ''مبینہ روشن خیالی'' کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے تو وہ بھی اس حوالہ سے اول فول بکنے لگتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پروپیگنڈا ایک ایسا ہتھیار ہے جو سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید ثابت کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ ماضی کے حوالہ سے بھی اس کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں ہے صرف تاریخ کی گواہی کافی ہوگی۔ البتہ موجودہ دور میں میڈیا نے جو صورتِ حال اختیار کی ہے تو بڑی آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ میڈیا نہ صرف جنگ کے دوران ہراول دستہ کی پوزیشن لے چکا ہے بلکہ امن کے دنوں میں بھی وہ اس طرح کا کام کرتا رہتا ہے جو جنگ میں طیاروں کی بمباری اور توپ خانے کی گولہ باری بھی شاید دشمن کے لیے اتنی ضرر رساں ثابت نہ ہوتی ہو۔

دور نہ جایئے نائن الیون کے بعد عالمی میڈیا کی کارگزاری کا جائزہ لیں۔ نائن الیون کا حادثہ ہوا فی الحال اس بات کو چھوڑیے کہ وہ حقیقت تھی یا ڈراما inside Job تھا یا out side بہر حال امریکی میڈیا کے مطابق تین ہزار افراد آنجہانی ہوگئے۔ جن لوگوں پر الزام لگایا گیا ان میں سے کوئی افغانی نہ تھا، لیکن افغانستان کے خلاف میڈیا نے وہ واویلا کیا اور وہ طوفان اٹھایا کہ کوئی دوسری آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ بہر حال اقوام متحدہ کے زیر سایہ کُل دنیا افغانستان کے خلاف متحد ہو کر میدان میں نکل آئی۔ افغانستان کے چپہ چپہ پر بمباری ہوئی، لاکھوں انسان موت کے گھاٹ اُتار دیے گئے لیکن میڈیا کا کمال دیکھئے کہ افغانستان کو قبرستان بنانے والا امریکہ امن کا نوبل پرائز لے اُڑا اور مرنے والے افغانی اور بیرونی تسلط سے اپنی قوم کو آزاد کرانے کی جدوجہد کرنے والے افغان طالبان دہشت گرد ٹھہرے، جن کا نائن الیون سے دور کا تعلق بھی نہ تھا۔

عراق کے خلاف میڈیا نے طوفان کھڑا کیا کہ اس کے پاس وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار ہیں۔ عراق پر حملہ ہوا۔ جن ہتھیاروں کا عراق کے پاس ہونے کا پروپیگنڈا کیا گیا تھا، ان سے زیادہ وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار استعمال ہوئے۔ لاکھوں انسان بدترین طریقے سے موت کے منہ میں چلے گئے۔ بعد میں ہم نے سوری سوری کہہ دیا۔ اطلاعات غلط تھیں۔ اہل یورپ کا خاموش تاثر یہ تھا کہ مرنے والوں نے بہر حال مرنا تھا آگے کیا اور پیچھے کیا۔ جنہوں نے جھوٹ اور فریب سے کام لے کر خون کی ندیاں بہا دیں لیکن وہ پھر بھی مہذب دنیا کہلائے گی اور اس بے دریغ قتل و غارت

پر احتجاج کرنے والے اور ردعمل کا اظہار کرنے والے وحشی اور دہشت گرد ہیں اور ظاہر ہے ’’غیر مہذب‘‘ ہیں۔ ہم یہ واضح کر دیں کہ ہم غیر حربی اور جنگ سے لاتعلق غیر مسلم عام شہریوں کے قتل و غارت گری کو ناجائز اور غیر اسلامی سمجھتے ہیں۔ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارا جینا مرنا لڑنا‘ صلح کرنا سب اسلام کے سنہری اصولوں کے عین مطابق ہونا چاہیے۔ اسلام کے بدترین دشمنوں سے بھی نمٹتے ہوئے ہمیں ذاتی جذبات اور خواہشات کو قابو میں رکھنا ہوگا چاہے ظاہری طور پر یہ کتنا دشوار نظر آئے اور کتنا ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ حساب تو بہر حال ہونا چاہیے کہ گزشتہ پندرہ سال میں مہذب دنیا نے آدم کی کتنی اولاد کو قتل کیا ہے اور مکر و فریب کو بنیاد بنا کر کتنا خون بہایا ہے اور ان غیر مہذب وحشیوں نے کتنی دہشت گردی کی وارداتیں کی ہیں اور ان کے ان ناجائز اقدام سے کتنے انسان لقمہ اجل بنے ہیں۔ ہم پھر اس بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ عمل اور ردعمل کے چکر میں پڑے بغیر انسانوں کے ناحق خون بہنے کو ہم غلط سمجھتے ہیں چاہے یہ خون کوئی بہائے لیکن یہ ضرور عرض کریں گے کہ ذرا شمار تو کیجیے انسانوں کا بڑا قاتل کون ہے؟ زیادہ خون کس گروہ نے بہایا ہے؟ شاید ایک اور ہزار کی نسبت سے بھی زیادہ فرق سامنے آئے گا۔ لیکن کمال ہے میڈیا کا اور جادو ہے اس لاٹھی کا جو مہذب دنیا کی بغل میں ہے کہ ہزار کا قاتل ’’مہذب‘‘ کہلائے اور امن کے عالمی انعام کا حقدار ہو اور ایک کو قتل کرنے والا غیر مہذب اور وحشی اور درندہ کہلائے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

ایک بار پھر تاریخ کے جھروکے میں سے جھانک کر دیکھئے آپ کو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا کہ جب دنیا میں اُمت مسلمہ کو قوت و اقتدار حاصل تھا، وہ دشمنوں پر غالب آتے تھے تو ان کا طرزِ عمل کیسا ہوتا تھا اور جب غیر مسلم قوتیں غلبہ حاصل کرتیں تو ان کا رویہ کیسا ہوتا تھا۔ چاول کی دیگ میں سے ایک دانہ چیک کر لیتے ہیں۔ مسلمانوں نے ہسپانیہ پر غلبہ حاصل کیا تو غیر مسلموں سے کیا سلوک ہوا اور وہاں جب مسلمانوں کے اقتدار کا خاتمہ ہوا تب کیا ہوا؟ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں سے حکومت چھیننے والے عیسائیوں کے ہاتھوں ایک مسلمان بھی مسلمان کی حیثیت سے زندہ نہ بچ سکا۔ عین ممکن ہے کہ مسلمانوں سے بھی عروج کے دور میں غیر مسلموں سے کچھ زیادتیاں ہوئی ہوں، لیکن تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ غیر مسلموں کو ہر قسم کا انصاف اور تحفظ فراہم کیا گیا۔ یہ کارنامہ بھی مسلمانوں کی تاریخ کا حصہ ہے کہ ایک مسلمان کمانڈر کو مرکز سے حکم ہوا کہ وہ مقبوضہ علاقہ خالی کر دے تو کمانڈر نے مقامی آبادی کو اکٹھا کیا اور یہ کہہ کر سب کا جزیہ واپس کر دیا کہ ہم نے آپ سے جزیہ لیا تھا کہ آپ کے جان و مال کی حفاظت کریں گے لیکن اب بامر مجبوری ہمیں یہ علاقہ خالی کرنا پڑا ہے۔ ظاہر ہے ہم اب وہ ذمہ داری نبھا نہ سکیں گے جس کے عوض آپ سے جزیہ وصول کیا تھا لہٰذا یہ جزیہ آپ کو واپس کیا جاتا ہے۔ تاریخ اسلام میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ہے کہ غیر مسلموں کے لیے کوئی گوانتانا موبے طرز کا ٹارچر سیل وجود میں لایا گیا ہو۔ مسلمان یہود و نصاریٰ تینوں کا تعلق الہامی مذاہب سے ہے۔ ان میں سے ماضی میں مسلمانوں کی کھلی جنگیں نصاریٰ جنہیں عیسائی کہا جاتا ہے ان سے ہوئیں۔ یہود اکثر و بیشتر اپنی ہمدردیاں تبدیل کرتے رہے لیکن ان کا کردار زیادہ تر پس پردہ رہا اور یہ کردار سازشی تھا اور زیادہ تر مسلمانوں کے خلاف رویہ عمل رہا۔ غیر الہامی مذاہب سے تعلق رکھنے والے بدھ اور ہندو ہیں۔ بدھ برما اور ہندو کشمیر میں مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھانے کی جو تاریخ رقم کر رہے ہیں، ان کی شاید ماضی میں بھی کوئی مثال نہ ملے۔ گویا ماضی اور حال میں مسلمانوں کا خون بہانے میں عالم کفر حقیقت میں ملت واحدہ ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ عالم کفر نے عالم اسلام کے ساتھ ایسا ظلم اور تشدد کیا جسے حقیقت کے مطابق نہ زبان بیان کر سکتی ہے اور نہ قلم تحریر کر سکتا ہے۔

جہاں تک قرآن مجید فرقان حمید کا تعلق ہے کہ وہ کیسی کتاب ہے کتنے بدنصیب، کتنے بدبخت اور کتنے احمق ہیں وہ لوگ جو کائنات کی اس عظیم ترین اور از اول تا آخر بابرکت اور باعث رحمت کتاب کے بارے میں انتہائی جاہلانہ کلمات کہتے ہیں۔ یہ اپنے دل کی بیماری اور اس میں پیدا شدہ ٹیڑھ کی وجہ سے اس طرح کی احمقانہ اور عامیانہ باتیں کرتے ہیں۔ رب ذوالجلال کی قسم! یہ غیر مسلم بھی اگر صحت منداور ہر قسم کے بغض سے پاک دل کے ساتھ اس قرآن پاک کو پڑھیں تو ان کے پاس بھی صدقِ دل سے ایمان لانے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ صبر کرنا‘ معاف کرنا‘ صرفِ نظر کرنا جس طرح یہ کتاب سکھاتی ہے دنیا کا کوئی لٹریچر نہیں سکھا سکتا۔ البتہ حد سے گزرنے والوں کے لیے بار بار کی تنبیہ کے باوجود رجوع نہ کرنے والوں سے‘ شرانگیزی سے تائب نہ ہونے والوں کے اور وہ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے ان کے خلاف یہ ایک ایسی تلوار ہے جو اپنی کاری ضرب سے اللہ اور رسول ﷺ کے دشمنوں کو دنیا و آخرت میں گھائل کرتی ہے اور ذلیل و خوار بھی کر دیتی ہے۔ درحقیقت یہ امت مسلمہ کا کام ہے کہ ریاستی سطح پر وہ ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر منشائے ربانی کی تکمیل کرے ورگرنہ خود اُمت مسلمہ اس تلوار کی زد میں آ جاتی ہے جیسے کہ آج ہے کہ مسلمان کا خون ہی بہہ رہا ہے اور مسلمان ہی کو دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔ اور امت کو ذلت و رسوائی کا سامنا بھی ہے۔ بہر حال اس مختصر اور بے ربط تحریر کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ بوئے خوں آتی ہے ’’کس‘‘ قوم کے افسانوں سے!‘‘

☆☆☆

اہل ایمان کی آزمائشیں

سورۃ البروج کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ کے 02 ستمبر 2016ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

قارئین محترم! قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ میں آج سُورۃُ البُرُوج ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب مکہ معظمہ میں اہل ایمان پر ظلم وستم کی انتہا ہو چکی تھی۔ اہل ایمان جس قدر صبر و استقامت کا مظاہرہ کر رہے تھے اسی قدر مشرکین مکہ بدترین تشدد اور انسانیت سوز مظالم میں بھی حد سے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ حضرت بلالؓ اور حضرت خبابؓ سمیت کئی صحابہ کرامؓ پر رونگھٹے کھڑے کر دینے والے مظالم کی داستانیں رقم کی گئیں۔ یہاں تک کہ حضرت خبابؓ کو دہکتے انگاروں پر لٹایا گیا۔ جب جسم کی کھال جل کر خون بہنا شروع ہوا تو اس خون سے انگاروں کی آگ بجھ گئی۔ سورۃ البروج میں قبل از اسلام کے ایسے ہی ایک تاریخی واقعہ (جس میں ہزاروں اہل ایمان کو آگ میں جلایا گیا تھا) کی طرف اشارہ کر کے مسلمانانِ مکہ کو یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ کفار و مشرکین نے ہمیشہ اہل ایمان پر بدترین مظالم ڈھائے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اہل ایمان کی قربانیاں رائیگاں جائیں گی یا ظالموں کو پوچھا نہیں جائے گا بلکہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب ظالموں سے اپنے کیے کا پورا پورا حساب دینا پڑے گا اور اسی طرح دنیا میں مظالم کا نشانہ بننے والے اہل ایمان کو ان کے صبر کا پورا پورا اجر دیا جائے گا کہ جسے دیکھ کر ظالمین حسرت سے خواہش کریں گے کہ کاش دنیا میں ان کی جگہ ہم ہوتے اور ہم پر بھی اسی طرح مظالم کے پہاڑ توڑے جاتے۔ لیکن اس سورت میں ان کے بدترین انجام کی نوید سنائی گئی ہے:

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ①﴾ ''قسم ہے آسمان کی جو برجوں والا ہے۔''

برج یا برجی کا لفظ اُردو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ عربی میں اس کے معنی قلعہ کے ہیں۔ یہاں مراد ایسے برج ہیں جو نگرانی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ آسمانوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے نگرانی کا ایک مضبوط نظام ترتیب دیا ہوا ہے۔ جیسے سورۂ صٰفٰت میں فرمایا: ﴿اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ⑩﴾ ''سوائے اس کے کہ جو کوئی اُچک لے کوئی چیز تو اس کا پیچھا کرتا ہے ایک چمکتا ہوا انگارہ۔'' یعنی سرکش شیاطین جب آسمانوں میں سن گن لینے کے لیے پہنچتے ہیں اور اگر کوئی شیطان کسی بات کو اُچک لے تو فوراً شہاب ثاقب اس کا پیچھا کر کے اس کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

مرتب: ابوابراهیم

نزول قرآن کے وقت بھی شیاطین کی کوشش ہوتی تھی کہ وحی میں ملاوٹ کر کے فساد پیدا کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں پہرے اور نگرانی کا مضبوط نظام ترتیب دیا ہوا ہے۔ اس آیت میں خاص طور پر اسی بات کا اشارہ ہے۔

﴿وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ②﴾ ''اور قسم ہے اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔'' یعنی قیامت کا دن' جو آ کر رہے گا۔

﴿وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ③﴾ ''اور قسم ہے حاضر ہونے والے کی اور اُس کی جس کے پاس حاضر ہوا جائے۔''

اس آیت کی بہت سی تعبیرات کی گئی ہیں' جن میں سے ایک تعبیر یہ ہے کہ شَاهِد سے مراد جمعہ کا دن ہے' جو شہر شہر بستی بستی لوگوں کے پاس حاضر ہوتا ہے' جبکہ مَشْهُوْد عرفہ (10 ذی الحجہ) کا دن ہے جس کے پاس لوگوں کو خود میدانِ عرفات میں جا کر حاضر ہونا پڑتا ہے۔ ایک مفہوم اس کا یہ بھی لیا گیا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص میدان حشر میں حاضر ہوگا اور مشہود وہ قیامت، دوزخ یا جنت ہے جس میں ہم نے پہنچنا ہے۔ یہ ساری قسمیں کھا کر اللہ تعالیٰ جس چیز کی اہمیت باور کرا رہا ہے وہ یہ ہے:

﴿قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ④﴾ ''ہلاک ہو گئے وہ کھائیوں والے۔''

''اصحاب الاخدود'' سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے خندقیں کھودیں اور اہل ایمان کو ان خندقوں میں ڈال کر جلایا۔ اس آیت میں اسی تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو یمن میں 523 عیسوی کے لگ بھگ' حضور ﷺ کی ولادت سے تقریباً پچاس سال قبل پیش آیا۔ قدیم یمن میں بہت عرصہ تک عیسائی بادشاہ برسر اقتدار رہے۔ لیکن چھٹی صدی عیسوی کے آغاز کے زمانے میں وہاں 'ذونواس' نامی یہودی بادشاہ کی حکومت قائم ہو گئی جو عیسائیوں کا شدید مخالف تھا۔ یہودی اور عیسائی دراصل شروع ہی سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہے ہیں۔ ان کے باہمی اختلافات کی نوعیت ایسی ہے کہ اصولی طور پر ان کے درمیان کبھی بھی صلح نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسولؑ مانتے ہیں بلکہ ان کی اکثریت تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتی ہے' جبکہ یہودی آپؑ کو مرتد' جادوگر اور ولد الزنا قرار دیتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ ظاہر ہے ایسی صورت حال میں ان لوگوں کے باہمی اختلافات کیسے ختم ہو سکتے ہیں۔ بہرحال یمن کے یہودی بادشاہ ذونواس نے عیسائی دشمنی کے جنون میں یہ کارنامہ سرانجام دیا کہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت بڑی بڑی خندقیں کھدوا کر ان میں ایندھن بھرا اور پھر وسیع پیمانے پر آگ جلا کر بیس ہزار کے لگ بھگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے پیروکاروں کو زندہ جلا دیا۔

﴿النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ⑤﴾ ''وہ آگ جو بڑی ایندھن والی تھی۔'' یعنی وہ خوفناک آگ جسے بہت زیادہ ایندھن جمع کر کے

بھڑکایا گیا تھا۔

﴿اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶﴾ ”جبکہ وہ اس (کے کناروں) پر بیٹھے ہوئے تھے۔“

﴿وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷﴾

”اور مؤمنین کے ساتھ وہ جو کچھ کر رہے تھے خود اس کا نظارہ بھی کر رہے تھے۔“

ان صاحب اقتدار و اختیار لوگوں نے اہل ایمان کو زندہ جلانے کے احکام جاری کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان خندقوں کے کناروں پر انہوں نے باقاعدہ براجمان ہو کر اس دلدوز منظر کا نظارہ کرنے کا اہتمام بھی کیا۔ تاریخ میں ایسے واقعات کئی بار دہرائے گئے ہیں جب ایک اللہ پر ایمان لانے والے، نبیوں اور رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لانے والوں کو اس طرح کے سنگین مظالم کا نشانہ بنایا گیا۔ یہی تاریخ آج بھی شام، عراق اور افغانستان میں دوہرائی جا رہی ہے جہاں بے گناہ اور نہتے مسلمان شہریوں، عورتوں اور بچوں کو بے دردی سے شہید کیا جا رہا ہے اور یہ سب مظالم وہ ڈھا رہے ہیں جو خود کو مہذب کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم دنیا کو تہذیب، اخلاق اور اصول سکھانے والے ہیں۔ تہذیب کے یہ نام نہاد علمبردار لاکھوں کی تعداد میں عام شہریوں کو قتل کرنے کے باوجود بھی ”مہذب“ کہلانے پر بضد ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کے خلاف قرآن کی جہاد و قتال کے حوالے سے تعلیمات کو آڑ بنا کر پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ مسلمان خون خرابہ کے عادی ہیں۔ حالانکہ بے شک مسلمانوں نے بڑی بڑی جنگیں لڑی ہیں لیکن کبھی بھی عام شہریوں پر مظالم نہیں ڈھائے۔ حتیٰ مغرب بھی اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ صلیبی جنگوں میں جبکہ عیسائیوں نے لاکھوں کی تعداد میں عام مسلمانوں کو شہید کیا تھا لیکن اس کے باوجود بھی جب مسلمانوں کو فتح ہوئی تو انہوں نے عام شہریوں کو نہ صرف تحفظ دیا بلکہ سرکاری خرچ پر انہیں ہر طرح کی سہولیات بہم پہنچائیں۔ جبکہ آج تہذیب کی علمبردار طاقتیں گوانتاناموبے جیسی بدنام زمانہ جیلوں میں عام اور بے گناہ مسلمانوں پر سالہا سال تک بدترین تشدد کا نشانہ بنانے اور ڈرون حملوں اور ڈیزی کٹر بموں سے دنیا بھر میں معصوم مسلمان شہریوں، عورتوں اور بچوں کے پرخچے اُڑانے کے باوجود بھی مہذب ہیں۔

﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸﴾ ”اور وہ نہیں انتقام لے رہے تھے ان سے مگر اس لیے کہ وہ ایمان لے آئے تھے اللہ پر جو زبردست ہے اور اپنی ذات میں خود ستودہ صفات ہے۔“

مذکورہ بالا خندقوں میں ڈال کر جن لوگوں کو جلایا گیا ان سے صرف اسی بات کا انتقام لیا گیا تھا کہ وہ اللہ پر ایمان لانے والے تھے۔ اسی طرح ہر دور میں کفار اور مشرکین نے اہل ایمان پر ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑے ہیں اگر ان کی وجوہات تلاش کی جائیں تو سوائے اس کے اور کوئی وجہ سامنے نہیں آتی کہ اہل ایمان اپنے خالق و مالک، حقیقی رب پر ایمان رکھتے تھے۔ حالیہ دور میں بھی دنیا نے دیکھا کہ عراق میں کیمیاوی ہتھیاروں کا ڈھنڈورا پیٹ کر لاکھوں عراقی مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو شہید کر دیا گیا لیکن بعد میں اس قتل عام کو غلطی تسلیم کر لیا گیا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عراقیوں کا جرم صرف مسلمان ہونا تھا۔ اسی طرح نائن الیون کی حقیقت بھی کھل کر دنیا کے سامنے آنے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اصل نشانہ دنیا میں واحد اسلامی حکومت تھی۔ اس دور میں جو بھی افغانستان سے ہو کر آیا اس نے تسلیم کیا کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر عدل و انصاف پر مبنی نظام حکومت کہیں نہیں۔ علامہ اقبال کے فرزند ارجمند جسٹس جاوید اقبال (مرحوم) بھی اس دور میں افغانستان میں طالبان حکومت کا مشاہدہ از خود کر کے آئے اور آ کر انہوں نے باقاعدہ کہا کہ دو تین دیگر مسلم ممالک میں بھی اس طرح کا نظام عدل قائم ہو جائے تو اسے دیکھ کر پوری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ چنانچہ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کو اسی عدل پر مبنی نظام سے خطرہ تھا:

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے شرع پیغمبر آشکارا کہیں

پریس ریلیز 16 ستمبر 2016ء

امریکہ اور خطے کے دوسرے ممالک پاکستان کے خلاف گھیرا تنگ کر رہے ہیں

دورہ بھارت کے دوران مودی اور اشرف غنی نے پاکستان کے خلاف جو زبان استعمال کی ہے وہ انتہائی قابل تشویش ہے

حافظ عاکف سعید

امریکہ اور خطے کے دوسرے ممالک پاکستان کے خلاف گھیرا تنگ کر رہے ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ افغان صدر کے دورہ بھارت کے دوران مودی اور اشرف غنی نے پاکستان کے خلاف جو زبان استعمال کی ہے وہ انتہائی تشویش ناک ہے۔ پاکستان اور افغانستان کے لیے امریکہ کے خصوصی ایلچی رچرڈ اولسن نے بھی بھارت اور افغانستان کی حکومتوں کی آواز میں آواز ملاتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان کو چاہیے کہ وہ دہشت گردوں کے خلاف آپریشن بلا امتیاز کرے اور پاکستان سے دہشت گردوں کی پناہ گاہوں کو مکمل طور پر ختم کرے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت تو ہمارا ازلی دشمن ہے لہٰذا مودی کا بیان غیر متوقع نہیں لیکن اشرف غنی کی حکومت جو درحقیقت امریکہ کی کٹھ پتلی حکومت ہے وہ کسی طرح بھی افغانوں کی نمائندہ حکومت نہیں کہلا سکتی۔ لہٰذا اُسے افغانوں کی طرف سے کوئی بات کہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان کی تمام حکومتیں پاکستان کی مخالف رہی ہیں سوائے افغان طالبان حکومت کے۔ طالبان کے دورِ حکومت میں پاکستان اور افغانستان کے درمیان بہترین تعلقات قائم تھے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت افغانستان کو پاکستان کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے۔ بھارت نے امریکہ کے ساتھ اپنے تعلقات بہت مضبوط کر لیے ہیں اور اس نے امریکہ کی دوستی کی خاطر غیر جانبدار تحریک سے بھی منہ پھیر لیا ہے۔ بھارت یہ سب کچھ اس لیے کر رہا ہے تاکہ امریکہ کے ساتھ مل کر پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بیرونی دباؤ کا مقابلہ کرنے کے لیے اندرونی طور پر مستحکم ہونا ہوگا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

اس کو ختم کرنے کے لیے تمام اتحادی افغانستان پر چڑھ دوڑے اور قتل عام میں کوئی تمیز نہیں رکھی گئی۔ حالانکہ طالبان افغانستان کی تعداد تو چند ہزار تھی۔ لیکن افغانستان میں جن لوگوں کو شہید کیا گیا ان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ ان سب کا بھی قصور یہ تھا کہ اللہ پر ایمان لانے والے تھے۔

﴿الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ﴾ ''جس کے لیے بادشاہی ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔''

﴿وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝۹﴾ ''اور اللہ تو ہر چیز پر خود گواہ ہے۔''

وہ رب جو پوری کائنات کا خالق و مالک ہے اور زمین اور آسمان کی تمام بادشاہی صرف اسی کے لیے ہے وہ خود یوم حساب کے لیے اس بات کا گواہ ہے کہ دنیا میں اہل ایمان پر مظالم صرف رب پر ایمان لانے کی وجہ سے ڈھائے گئے اور جب اللہ پاک خود گواہ ہیں تو ظالموں کے بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے ظلم وستم توڑا مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں پر پھر انہوں نے توبہ بھی نہیں کی''

﴿فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ۝۱۰﴾ ''تو ان کے لیے ہوگا جہنم کا عذاب اور جلا ڈالنے والا عذاب۔''

یہاں مشرکین مکہ کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ اگر انہوں نے مرنے سے پہلے توبہ نہ کی اور ایک اللہ پر ایمان نہ لائے تو ان کے مظالم کا مزہ انہیں اسی انداز میں چکھایا جائے گا جس انداز سے وہ اہل ایمان کو ستایا کرتے تھے۔ سورۃ النساء (آیت 52:) میں فرمایا: ﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا﴾ ''اور جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی ہم ان کو دوسری کھالیں بدل دیں گے'' ﴿لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ﴾ ''تا کہ وہ عذاب کا مزا چکھتے رہیں۔''

یعنی انہیں جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا۔ وہاں اول تو ان کے جسم پر کھالیں ایسی ہوں گی جو پگھلنے والی نہیں ہوں گی اور اگر پگھل بھی جائیں گی تو انہیں نئی کھالوں سے بدل دیا جائے گا اور یہ دردناک عذاب دائمی ہوگا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ۬ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ۝۱۱﴾ ''یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے وہ باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ ہے اصل بڑی کامیابی۔''

جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے۔ پھر اس پر ڈٹ گئے اور ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کیا تو دنیا میں ان کے لیے مشکلات اور آزمائشیں ضرور ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ کی سنت ہے وہ ضرور آزماتا ہے۔ دوسروں کو موقع دے کر انہیں بھی آزماتا ہے اور اس طرح اہل ایمان کی بھی آزمائش ہوتی ہے۔ لیکن بالآخر ان کو جو کامیابی ملے گی وہ حقیقی اور دائمی کامیابی ہوگی۔ جبکہ دنیا کی کامیابی عارضی ہے۔

﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ۝۱۲﴾ ''یقیناً تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔''

اللہ تعالیٰ حلیم بھی ہے' وہ انسان کو ڈھیل بھی دیتا ہے اور اس کی رسّی دراز بھی کرتا ہے (اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا ذکر اگلی سورت میں آئے گا) لیکن جب وہ کسی فرد یا قوم کی گرفت کرتا ہے تو اس کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے۔

﴿اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ ۝۱۳﴾ ''وہی ہے جو پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی اعادہ بھی کرے گا۔''

﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝۱۴﴾ ''اور وہ بخشنے والا بھی ہے' محبت کرنے والا بھی ہے۔''

ودود سے مراد انتہائی محبت کرنے والی ہستی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک یہ صفت بھی ہے لیکن جب ہم قرآن مجید میں بار بار پڑھتے ہیں: ﴿واتقوا اللہ﴾ اور عام طور پر اس کا ترجمہ کرتے ہیں ''اللہ سے ڈرو'' تو اس کا مطلب یہی بنتا ہے کہ بے شک اللہ محبت کرنے والا ہے لیکن اس کے ساتھ اس کا ڈر بھی ایک بندۂ مومن کے دل میں ہونا ضروری ہے۔ بالکل ایسی ہی جیسے ایک باپ اپنے بیٹے سے محبت کرتا ہے لیکن بچے پر اس کا کسی حد تک رعب بھی ہوتا ہے اور بچے کو ہمہ وقت یہ اندیشہ رہتا ہے کہ اگر اس سے کچھ غلط ہوا تو باپ اسے سزا بھی دے گا۔ یعنی باپ کی محبت کا حصول صرف اس کی فرمانبرداری پر منحصر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بے انتہا محبت اور بخشش کا حقدار بننے کا انحصار سچی توبہ اور اطاعت پر ہے۔ اسی لیے کفار مکہ کے حوالے یہاں بتایا گیا ہے کہ اگر انہوں توبہ نہ کی تو ان کو سخت ترین سزا ملے گی۔ یعنی اگر وہ توبہ کرلیں تو پھر اللہ محبت کرنے والا اور بخشنے والا بھی ہے۔ اس کی واضح مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ملتی ہے جو قبول اسلام سے قبل اسلام اور مسلمانوں کے بہت بڑے دشمن تھے اور عین قبول اسلام سے ذرا پہلے گھر سے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے تھے۔ (معاذ اللہ) لیکن توبہ اور اطاعت کا راستہ اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں کس قدر بڑا مقام عطا کیا وہ سب کے سامنے ہے۔

﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ۝۱۵﴾ ''عرش کا مالک ہے' بڑی شان والا ہے۔''

﴿فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝۱۶﴾ ''وہ جو ارادہ کرلے کر گزرنے والا ہے۔''

ظاہر ہے اس کے ارادے کے آگے کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔

﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ۝۱۷﴾ ''کیا آپ کے پاس لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟''

﴿فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝۱۸﴾ ''فرعون اور ثمود (کے لشکروں) کی؟''

فرعون بھی اپنے وقت کا خدائی کا دعویدار تھا اور بڑے لشکروں کا مالک تھا اور قوم ثمود کو بھی اپنی جری لشکر پر بڑا ناز تھا۔ لیکن انجام کیا ہوا؟ ان کے یہ لشکران کے کسی کام نہ آسکے۔

﴿بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ ۝۱۹﴾ ''لیکن یہ کافر جو ہیں یہ جھٹلانے ہی میں لگے رہیں گے۔''

﴿وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِیْطٌ ۝۲۰﴾ ''جبکہ اللہ ان کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔''

یہاں مراد کفار مکہ ہیں۔ یعنی وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہمارے پاس بڑا اختیار ہے۔ یقیناً دنیا میں انہیں بطور آزمائش کچھ اختیار دیا گیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ مکمل آزاد ہیں بلکہ یہ خالق کائنات کی گرفت سے نکل کر کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ والد محترم (ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ) مثال دیا کرتے تھے کہ جیسے کسی شخص نے کانٹا ڈالا اور وہ مچھلی کے حلق میں پھنس گیا لیکن ابھی وہ شخص اسے اپنی طرف کھینچ نہیں رہا بلکہ جان بوجھ کر ڈور ڈھیلی چھوڑی ہوئی ہے اور مچھلی سمجھ رہی ہے کہ وہ آزاد ہے لیکن وہ شخص جب چاہے گا ڈور کھینچ لے گا۔ اسی طرح جب ان کفار کی مہلت ختم ہوجائے گی تو یہ سیدھے اللہ کی عدالت میں کھڑے ہوں گے۔

﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۝۲۱﴾ ''بلکہ یہ تو قرآن ہے' بہت عزت والا۔''

﴿فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝۲۲﴾ ''لوح محفوظ میں (نقش ہے)۔''

یعنی کفار کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ کتاب ہدایت یعنی قرآن پر ایمان نہیں لا رہے، یہی ان کی جہالت اور ان کے ذہنی فساد کی اصل وجہ ہے۔ لیکن ایسا کر کے وہ صرف اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ قرآن کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا اور نہ قرآن میں کسی قسم کی کمی بیشی وہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ قرآن اپنی اصل حالت میں لوح محفوظ میں موجود ہے۔ جہاں نگرانی کا اعلیٰ سے اعلیٰ نظام موجود ہے۔ وہاں سے نزول قرآن کا نظام بھی ایک محفوظ و مربوط نظام تھا۔ یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ نزول قرآن کے راستے میں کوئی شیطان اس میں کمی بیشی کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ آسمانوں میں بھی پہرے کا مضبوط نظام موجود ہے۔ جیسا کہ اس سورت کی ابتدا میں فرمایا: ﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱﴾ ''قسم ہے آسمان کی جو برجوں والا ہے۔'' یعنی آسمانوں میں بھی نگرانی کا با قاعدہ نظام موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❀❀❀

نہ مکیں ہے نہ مکاں ہے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

امریکی وزیرِ خارجہ برصغیر کے دورے پر نکلے۔ 2001ء سے دہشت گردانہ جنگ جو امریکہ نے چھیڑی اس کے واشگاف مقاصد میں اسلام سے نمٹنا تھا۔ بہ زبان رینڈ کارپوریشن، امریکی صدور کی تقاریر، نیز پالیسیاں ڈھکی چھپی تو نہ تھیں۔ گریٹر اسرائیل کی تکمیل کے در پردہ مقاصد سے لے کر بھارت سے بڑھتی محبت کی پینگیں اب لگے ہاتھوں اکھنڈ بھارت ایجنڈوں کی خبر بھی دیتی ہیں۔

جان کیری پہلے بنگلہ دیش گئے۔ اہلِ ایمان، پاکستان دوست جماعتِ اسلامی کے رہنماؤں کا پھانسی گھاٹ۔ ترکی میں انسانی حقوق پر سینہ کوبی کرتے امریکہ کو مصر، بنگلہ دیش میں انصاف کا مرگھٹ نظر نہیں آتا۔ بلکہ اہل دین کو، راسخ العقیدہ مسلمانوں کو چن چن کر جہاں بھی زندانوں کی نذر کر دیا جائے یا بند دروازوں کے پیچھے بے شناخت چہرے موت کے پروانے تھما دیں، وہاں جان کیری جیسے تھپکی ضرور دیتے ہیں۔ سو حسینہ واجد سے (تازہ ترین) جماعتِ اسلامی کے 64 سالہ رہنما میر قاسم کو نام نہاد اعلیٰ عدالتوں سے صادر کی جانے والی سزائے موت بارے تو پھوٹے منہ نہ پوچھا۔ در پردہ داد و تحسین البتہ ضرور دی ہوگی۔ میر قاسم 1971ء میں بمشکل 18، 19 برس کے ہوں گے۔ پینتالیس سال بعد ناکردہ گناہ کی سزا سنائی جا رہی ہے۔ بھارت اور امریکہ کے مقاصد اس سے بڑھ کر اور کون پورے کر سکتا ہے کہ مسلم حکمران خود باعمل مسلمانوں کو بہانے بہانے راہ عدم دکھا دیں۔ اسلام کا نام لینا جرم بنا دیا جائے۔ مولانا مودودیؒ کی کتب، تفسیر پر پابندی عائد ہو جائے۔ کافر اور منافق کے ایجنڈے تاریخ بھر میں ایک رہے ہیں۔ اللہ کا غضب منافق پر اسی لیے شدید ترین ہے کہ مقاصدِ اسلام کو جو نقصان اس سے پہنچتا ہے وہ کافر کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔

بنگلہ دیش سے نکل کر جان کیری دہلی جا براجے۔ وہاں بھی عین کانے دجال کی مانند کشمیر میں انسانی حقوق کے اڑتے پرخچے، کشمیریوں کا حق خود ارادیت انہیں نظر نہ آیا۔ زور سارا اپنے سابقہ فرنٹ لائن نان نیٹو اتحادی پاکستان کا منہ چڑاتے ہوئے، امریکہ، بھارت، افغانستان کے مابین اتحاد پروان چڑھانے پر تھا۔ یادش بخیر 2001ء میں امریکہ افغانستان پر حملہ آور ہوتے ہوئے لرز رہا تھا۔ روس کا حشر اسے یاد تھا۔ اس لیے اس نے اتنی بڑی فوج مختلف ممالک کی یک جا کی۔ پھر بھی ہوائی جہازوں سے بمباری کے بعد برسرِ زمین اترنا اسے موت کے منہ جانے، شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈالنے کے برابر لگ رہا تھا۔ یہ بھارت نہیں، ہم تھے جنہوں نے اپنے دینی افغان بھائیوں کے خلاف امریکہ کے آگے اپنے ہوائی اڈے، اپنی شاہراہیں، جاسوسی نیٹ ورک، اتحادی (جانی جگری!) بن کر کھول دیئے تھے۔ پرائی جنگ کی بھیانک تباہ کاریاں ہم نے مول لیں۔

ریمنڈ ڈیوس جیسوں نے ملک میں اپنے نیٹ ورک بنائے۔ جہاد کشمیر جہاد افغانستان میں لڑنے والے بے لوث نظریاتی نوجوانوں کو ہم نے امریکہ نوازی میں اپنا دشمن ٹھہرایا۔ نظریۂ پاکستان کی اس بیش قیمت سپاہ کو ہم نے زندانوں میں جھونکا۔ پولیس مقابلوں میں مارا۔ انہیں اپنا دشمن بنایا۔ انہیں یہ سمجھا دیا کہ تم ہماری لاشوں پر سے گزر کر امریکہ تک (افغانستان میں معرکہ زن) پہنچو گے۔ روس کے خلاف جہاد کی کہانیاں بھلا دو۔ یہ امریکہ ہے، زمینی حقائق بدل چکے ہیں۔ سو اس نئے بیانیے کے رائج ہوتے ہوتے ہم 118 ارب ڈالر کا نقصان ملکی معیشت کو پہنچا چکے ہیں۔ وزیر خزانہ اسحاق ڈار کے مطابق (ڈان۔ 4 جون 2016ء) انٹرنیشنل فزیشنز کی تنظیم کے مطابق 80 ہزار پاکستانی جانیں اس لاحاصل جنگ پر قربان ہوئی ہیں۔ ڈرون چیل کووں کی طرح اڑتے ہماری خود مختاری کی آبرو پامال کرتے رہے۔ دہشت گردی ایک صنعت بن کر باقی صنعتوں کے زوال کا سبب بنی۔ پورا ملک اخلاقی، معاشی، دینی، سیاسی حوالے سے دیوالیہ ہو گیا۔ (عوام کی کسمپرسی صرف پاکستان میں نہیں۔ سعودی عرب میں رلتے بے یار و مددگار پاکستانی۔ اور اب مشین ریڈیبل پاسپورٹ نہ ملنے پر 50 ممالک سے بے دخلی کا اندیشہ ہے: نیا بحران تیار ہے۔ وزارت خارجہ، داخلہ گم ہیں۔) جس دوست کی محبت میں سب کچھ لٹایا، وہ پاکستان سے اپنا مطلب نکالنے کے لیے آج بھارت کا اہم دفاعی شراکت کار بنا دہلی میں دانت نکوس رہا ہے۔ افغانستان میں بھارت کو اپنی فوجی تنصیبات تک رسائی دے رہا ہے۔ امریکہ، بھارت اور افغانستان دوستی کے نئے بندھنوں میں بندھ کر پاکستان کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہے ہیں۔ کیا ہمیں باہم فوجی تنصیبات (امریکہ و بھارت) کا بوقت ضرورت استعمال سمجھ آ رہا ہے؟ ہم سے 16 سالہ دوستی (یعنی ہماری غلامی) کا حق ادا کرنے کو کشمیر پر ایک جملہ ادا کرنا گوارا نہ ہوا۔ الٹا پاکستان دشمنی کے نہایت واضح سگنل ہمیں مل رہے ہیں۔

امریکہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے زیر نگین ممالک سے کیا کچھ کرواتا ہے۔ اسے دیکھنا چاہیں تو عراق میں تیل سے مالا مال القیارہ بیس کو محفوظ بنانے کے لیے (امریکہ کے مشرق وسطیٰ میں عسکری مقاصد کے حصول کی خاطر) گرد و پیش سنی علاقوں میں آپریشن دیکھ لیں۔ رمادی، الانبار، موصل، فلوجہ، المقدادیہ کے سنی علاقوں میں آپریشنز کے نام پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے۔ طریق کار تمام مسلم ممالک میں یکساں ہے۔ مارتے جاؤ، وصولیاں کرتے جاؤ۔ المیہ تو یہ ہے کہ پالیسی ساز ادارے شاید لکڑ ہضم پتھر ہضم ہو چکے ہیں۔ ورنہ دہلی سے جان کیری کے جاری ہوتے بیانات قومی غیرت کے لیے تازیانے سے کم تو نہ تھے۔ ہمیں کرسی، کرسی کھیلنے سے ہی فرصت نہیں۔ طرفہ تماشا دیکھیے۔ ایم کیو ایم پاکستان کے سربراہ فاروق ستار 16 مقدمات میں اشتہاری قرار دیئے گئے ہیں۔ کل 38 مقدمات ان کے خلاف درج ہیں۔ پولیس ریکارڈ کے مطابق وہ روپوش ہیں۔ تاہم آئے دن پر ہجوم پریس کانفرنسوں میں (سلیمانی ٹوپی اوڑھے) موجود ہوتے ہیں! یہ ان کا آپس کا کھیل ہے۔ سیاسی کھیل تماشوں میں یہ پٹی بھائی ہیں! جہاں چاہ وہاں راہ! جنہیں راہ سے ہٹانا چاہیں انہیں جبری گمشدگیوں کے جنگل سے نکال کر اندھی گولیوں کی بھینٹ چڑھا دیں!

ادھر مغربی اقدار کے تحفظ کا نیا چہرہ فرانس میں نائس کے

ساحلِ سمندر پر دیکھیے۔ 4 (پولیس والے) مسلح مرد ایک مسلمان عورت کو گھیرے میں لئے ہوئے ہیں۔ اس خاتون کا جرم یہ ہے کہ ساحلِ سمندر پر جہاں مقامی عورتیں دو دھجیاں پہنے موجود ہیں یہ سرتا پا تہہ در تہہ کپڑے پہنے بیٹھی ہے! تصویر میں جبراً اس سے کپڑوں کی پہلی تہہ اتروائی جا رہی ہے! فرنچ اقدار کی بے حرمتی کا یہ جرم اتنا سنگین ہے کہ پورے یورپ کو ان مباحث نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ نائس کے ڈپٹی میئر کے مطابق یہ لباس لوگوں کو غیر محفوظ ہونے کا احساس دیتا ہے۔ یعنی مسلمان عورت بال اور جسم ڈھانپ لے تو مغرب کا احساس تحفظ بھک سے اڑ جاتا ہے! برقینی (ساحلِ سمندر تیراکی کے لیے عورت کا ساتر لباس) پر 64 فیصد فرانسیسی پابندی عائد کرنے کے حق میں ہیں۔ 30 فیصد غیر جانبدار ہیں اور صرف 6 فیصد پابندی کے خلاف ہیں! مضحکہ خیزی کا عالم یہ ہے کہ مرد کے بالباس ہونے پر نہ جرمانے عائد ہیں نہ پابندی! جسے وہ مردانہ شاونزم (تکبر) کہتے ہیں کیا یہ وہی نہیں؟ برہنگی عورت پر مسلط کرنا بہ جبر! ہالینڈ میں گیرٹ ولڈرز اپنے انتخابی منشور میں بہ صورت کامیابی مساجد، مدارس، قرآن، برقینی پر پابندی کا وعدہ کر رہا ہے۔ ایسے ہی وعدے فرانس میں سرکوزی بصورت اقتدار کر رہا ہے۔ کیا یہ شدت پسندی، تنگ نظری، حقوق انسانی ونسوانی کی پامالی نہیں؟

اسی پر بس نہیں، مساوات کے علمبرداروں کے خلل دماغ کا عالم یہ ہے کہ نیویارک میں سینکڑوں مرد وزن نے ٹاپ لیس دن منایا۔ یہ کہتے ہوئے کہ یہ کیا ظلم ہے کہ مرد کو گرمی لگے تو سڑک پر چلتے قمیص اتار لے اور عورت بیچاری اس شرف سے محروم رہے! سیکولرازم، لبرل ازم کے مؤید دانشور دیوانگی کی ان علامتوں کے ظہور پر کیا فرمائیں گے!

لیکن!

جاں بھی گروِ غیر، بدن بھی گروِ غیر
افسوس کہ باقی نہ مکیں نہ مکاں ہے!

☆☆☆☆

دعائے صحت

☆ شاہ فیصل، حلقہ کراچی وسطی کے رفیق جناب محمد صلاح الدین جنیدی روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہو گئے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

روح قربانی

خطاب عیدالاضحیٰ

حافظ عاکف سعید
امیر تنظیم اسلامی

حضرات! آج عیدالاضحیٰ کا مبارک دن ہے جسے عید قربان بھی کہا جاتا ہے اور عرف عام میں اسے ہم بڑی عید بھی کہتے ہیں۔ دو مہینے قبل ہم نے عیدالفطر منائی ہے۔ اسلام میں یہی دو تہوار ہیں اور یہی دو جشن کے مواقع ہیں۔ در حقیقت اپنے رب کی عطا کردہ نعمتوں کے حوالے سے اظہار تشکر اور خوشی منانے کا یہ ایک نہایت باوقار اور خوبصورت انداز ہے۔ یہ دو عیدیں کیوں ہیں اور ان کا پس منظر کیا ہے؟ اس حوالے سے جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دو طرح کی ہیں۔ کچھ نعمتیں روحانی ہیں جن کا تعلق براہ راست انسان کی اخروی اور ابدی کامیابی کے ساتھ ہے اور کچھ مادی نعمتیں ہیں جن کا تعلق متاع دنیوی سے ہے۔ کچھ وقت ہم نے دنیا میں گزارنا ہے اور یہاں پر ہمیں ضرورت کا سامان چاہیے۔ اللہ کی نعمتیں جتنی زیادہ ملیں گی اتنی آسانی سے یہ وقت گزرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دونوں طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ روحانی نعمتوں میں اعلیٰ ترین نعمت قرآن حکیم ہے اور روحانی ترقی کے حوالے سے نہایت مؤثر عبادت روزے کی عبادت ہے۔ ماہ رمضان المبارک میں دونوں روحانی نعمتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ دن کا روزہ اور رات کا قیام۔ اس ماہ کے مکمل ہونے پر ان دونوں عظیم روحانی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی توفیق ملنے پر دوگانہ تشکر ادا کرنے اور اس پر اجتماعی طور پر باوقار انداز میں خوشی منانے کا نام عیدالفطر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار مادی نعمتوں سے بھی نوازا ہے۔ کھانے کے لیے انواع واقسام کے پھل ہیں، میوے ہیں، اناج ہیں، انواع واقسام کے گوشت ہیں۔ رہنے کو مکانات ہیں۔ مال ودولت کے انبار ہیں۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جنھیں اقبال نے اپنے ایک مصرعہ میں اکٹھا کیا۔

یہ مال و دولت دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں! لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا الـــلّٰـــہ

لیکن بہر حال دنیا کا مال ومتاع اور رشتہ پیوند بھی نعمتیں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کا احاطہ نہیں کر سکتے''۔ ان مادی نعمتوں کے حوالے سے بھی ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے۔ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔ تخلیق آدم سے آج تک انسان نے جن نعمتوں سے ہر دور میں سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا وہ یہ پالتو مویشی ہیں۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں جگہ جگہ باہتمام ملتا ہے۔ انھیں کے ذریعے گوشت اور دودھ حاصل ہوتا ہے جو انسانی غذا کا لازمی حصہ ہے۔ یہ بار برداری کے کام بھی آتے ہیں، ان پر ہم سواری بھی کرتے ہیں، سابقہ زمانے میں دور دراز کی منزلوں تک پہنچنے کا واحد ذریعہ یہی تھے اور آج کے دور میں بھی بعض علاقوں میں انسان اپنے بھاری بوجھ ان پر لاد کر دور کے علاقوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دنیوی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت ہے۔ سورہ یاسین میں فرمایا ''کیا وہ دیکھتے نہیں، غور نہیں کرتے کہ ہم نے ان کے لیے اپنے ہاتھوں سے یہ مویشی پیدا کیے ہیں'' یعنی اللہ کی خلاقی کا یہ بھی ایک ظہور ہے ''اور پھر یہ انسان ان کا مالک بنا پھرتا ہے'' کیا یہ ان کا خالق ہے؟ خالق تو وہی اللہ ہے۔ ان کے اندر یہ صفات پیدا کرنے والا بھی وہ اللہ ہے۔ پھر فرمایا ''اور ہم نے پست کر دیا انھیں انسانوں کے لیے'' یعنی ان کے بس میں دے دیا جیسے چاہیں ان کو کام میں لائیں۔ ''چنانچہ انہیں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جن پر تم سواری بھی کرتے ہو اور وہ بھی ہیں جن کو تم اپنی غذا بناتے ہو''۔ ان دنیاوی نعمتوں پر تشکر کے اظہار کے طور پر جانوروں کو قربان کرنا حضرت آدمؑ کے دور سے آج تک ہر

دور میں چلا آیا ہے۔ یہ جذبہ انسان میں موجود ہے کہ اپنے محسن، اپنے آقا، اپنے محبوب، اپنے مالک کی خوشنودی اور رضا کے لیے نذرانہ پیش کرے۔ اپنی کسی قیمتی شے کو اپنے محسن اور آقا پر نچھاور کرنا، یہ انسان میں اللہ نے جذبہ رکھا ہے، یہی وہ جذبۂ قربانی ہے جو ہر انسان میں موجود ہے۔ بتوں کو پوجنے والے بھی بتوں کے نام پر دنیوی نعمتیں قربان کرتے ہیں، وہ بھی چڑھاوے چڑھاتے ہیں، وہ بھی وہاں پر جانوروں کی قربانی دیتے ہیں۔ جب کہ ایک اللہ کو ماننے والے اپنے رب کی نعمتوں پر اظہار تشکر کے طور پر اپنی وفاداری اور محبت کے اظہار کے لیے اسی کی عطا کردہ نعمتوں میں سے بعض نعمتوں کو اللہ کی رضا کے لیے اس کے نام پر قربان کرتے آئے ہیں۔ سورہ مائدہ میں قربانی کے حوالے سے حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں کا ذکر ہوا۔ انھوں نے بھی ایک قربانی اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پیش کی تھی۔ ہابیل اور قابیل کے باہمی جھگڑے کی بنیاد بھی یہی تھی۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر جو رسم قربانی ادا کی جاتی ہے اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ((ما ھذہ الاضاحی یا رسول اللہ)) ”اے اللہ کے رسول ﷺ یہ قربانی کیا ہے؟“ فرمایا: ((سنت ابیکم ابراھیم)) ”یہ تمھارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے“۔ دیکھیے دنیا میں انسان کو اللہ کی طرف سے جو مادی نعمتیں عطا ہوئی ہیں، جن سے انسان کو محبت ہے ان میں مال ودولت، مال مویشی کے ساتھ اولاد، بالخصوص بیٹوں کا بھی بڑے اہتمام سے ذکر ہوتا ہے۔ ان میں سے اولاد کی محبت انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اسے بھی دنیا کی متاع میں شمار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بڑے بڑے امتحانوں سے دوچار کیا تھا اور وہ سب میں پورے اترے تھے۔ سب سے بڑا اور آخری امتحان کسی مویشی کو نہیں، اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا تھا۔ جس کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے سورۂ صافات میں فرمایا: ”یقیناً یہ بہت بڑی آزمائش تھی، بہت کھلی آزمائش تھی“۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جتنے بھی امتحانات ہوئے ان سب میں سے مشکل امتحان یہ تھا۔ فرمایا ”جب دونوں نے سر جھکا دیا اللہ کے فیصلے کے آگے ابراہیمؑ نے بھی اور اسماعیلؑ نے بھی“۔ یعنی صرف اللہ کی رضا کے لیے باپ چھری پھیرنے کے لیے تیار ہو گیا اور بیٹا ذبح ہونے کے لیے تیار ہو گیا ”تو پکارا اے ابراہیمؑ تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا“۔ یعنی روایات میں آتا ہے کہ چھری بھی چلا دی تب اللہ نے فرمایا ”اے ابراہیمؑ تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا“ اور ساتھ ہی فرمایا ”واقعی بہت بڑی آزمائش تھی“۔ وہیں تذکرہ ہے کہ بیٹے کی جگہ اللہ تعالیٰ نے ایک مینڈھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ جنت سے لایا گیا تھا قربان کیا“ اور بعد میں آنے والوں کے لیے اس قربانی کی سنت کو اللہ نے باقی رکھا ہے“۔ یہ وہی قربانی کی سنت ہے جو آج ہم ادا کریں گے۔ اسی یادگار واقعہ کی یاد عیدالاضحیٰ کی شکل میں سالانہ بنیادوں پر منائی جاتی ہے۔ مسلمانوں سے تقاضا یہ ہے کہ وہ دنیوی نعمتوں پر اظہار تشکر اور اللہ سے محبت اور وفاداری کے اظہار کے لیے اللہ کے عطا کردہ نعمتوں میں سے مویشی اللہ کے نام پر قربان کریں اور اس موقع کو بھی ایک باوقار جشن کے طور پر منائیں۔ خود بھی گوشت کھائیں اور غریبوں اور ناداروں کو بھی کھلائیں۔ فرمایا ”قربانی کے جانور میں سے خود بھی کھاؤ اور پھر ان کو بھی کھلاؤ کہ جو بڑی قناعت سے بیٹھے ہوئے انتظار کر رہے ہیں“ جنھیں مہینوں گوشت میسر نہیں آتا یا شاید سال میں ایک ہی مرتبہ میسر آتا ہے۔ ”اور وہ بھی کہ جو مضطر ہیں“ بے چین ہو کر آگے بڑھ کر لینا چاہتے ہیں، ان کو بھی دو۔ سب کو کھلاؤ۔ لیکن ساتھ ہی فرما دیا ”اس جانور کا گوشت اور خون اللہ کو نہیں پہنچتا، تمہارے اندر اگر تقویٰ اور خدا خوفی ہے اور وہ اللہ ہی کی رضا کے لیے کیا گیا ہے تو یہ ہے وہ شے جو پہنچے گی“۔ یہ ہے قربانی کا حاصل۔ اسی طریقے سے اللہ نے ان بڑے بڑے جانوروں کو مسخر کر دیا“ اونٹ کی قربانی ہے، بیل کی قربانی ہے، ”تاکہ تم ان جانوروں پر نام لو اللہ کی کبریائی کا اعلان کرتے ہوئے، اور اللہ کی بڑائی بیان کرو“ تکبیر رب۔ اور یہ تکبیر رب زبان سے بھی ہوتی ہے اور اصل تکبیر رب وہ ہے جو اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ نے کر کے دکھائی تھی اس زمین پر واقعی اللہ بڑا ہو گیا تھا، آج نہیں ہے۔ ”اور تاکہ تم شکر بجا لاؤ“۔ حاصل کلام یہ کہ روحانی نعمتوں پر قرآن اور روزے کی توفیق کے ملنے پر اظہار مسرت کے لیے، اظہار تشکر کے طور پر عیدالفطر کا تہوار مناتے ہیں۔ اور دنیوی نعمتوں پر اللہ کا شکر بجا لانے اور اس کے نام پر جانوروں کی قربانی کر کے اس کی وفاداری کے اظہار کے سالانہ دن کو عیدالاضحیٰ کا تہوار قرار دیا گیا، قیامت تک کے لیے یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور نوٹ فرمائیے کہ دونوں جگہوں پر اللہ کا شکر بجا لانے کے لیے دونوں مواقع ہر دوگانہ عید ہے، جشن نہیں ہے، ہلڑ بازی نہیں ہے، دھینگا مشتی نہیں ہے۔ وقار، متانت اور شائستگی ہی ان دونوں تہواروں کی اصل روح ہے۔ چنانچہ ہونا یہ چاہیے کہ جب ہم اللہ کے حکم کی تعمیل میں جانور کی گردن پر چھری چلائیں تو زبان پر یہ الفاظ تو ہوں ”بسم اللہ اللہ اکبر، اللھم منک ولک“ ”اللہ کا نام لے کر اللہ کی کبریائی کا اعلان کرتے ہوئے اور اے اللہ یہ قربانی تیری ہی عطا ہے اور تیرے ہی لیے حاضر ہے“۔ یہ بھی تیری عطا، اور تجھی کو پیش ہے۔ اور دل میں یہ پختہ عزم ہو کہ جس طرح آج اللہ کی خوشنودی کے لیے جانور قربان کر رہے ہیں، اسی طرح اللہ کی رضا کے حصول اور اس کی وفاداری کے تقاضوں کی ادائیگی کے لیے اپنی ہر شے قربان کرنے کے لیے تیار رہیں گے۔ اللہ کی رضا کی خاطر اپنے نفس، اپنی انا، اس کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اپنی دولت، مال واسباب کو بھی اللہ کی راہ میں قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ اور وقت پڑنے پر اللہ کی کبریائی کے نفاذ کے لیے اپنی جان کا نذرانہ دینا پڑے تو اس سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

امریکہ کا پروگرام یہ تھا کہ پہلے مسلمانوں کے ذریعے اشتراکی نظام کو ختم کیا جائے جو سرمایہ دارانہ نظام کے لیے چیلنج بن چکا تھا اور اس کے بعد پھر اسلامی نظام کا راستہ ہر طرح سے روکا جائے۔ لہٰذا نائن الیون جیسی اسکیمیں سرمایہ دارانہ نظام کے پشتی بانوں کی ہیں: ایوب بیگ مرزا

امریکہ کو خطرہ ہوگیا تھا کہ افغانستان کی طرح اگر ایک دو اور اسلامی ممالک میں اسلامی نظام قائم ہوگیا تو پھر مغرب کے نظام اور تہذیب کو خطرہ لاحق ہوجائے گا۔ لہٰذا اس کے توڑ کے لیے نائن الیون کا ڈراما رچایا گیا: بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

نائن الیون کے 15 سال بعد کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں نامور دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: نائن الیون کے واقعہ کو گزرے 15 سال ہوگئے۔ کیا اس کے بعد دنیا زیادہ خوشحال، پُرامن اور محفوظ ہوئی ہے یا پہلے تھی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس کا صحیح موازنہ تو نہیں کیا جاسکتا البتہ نائن الیون کے بعد دنیا تبدیل ضرور ہوئی ہے۔ جب افغانستان میں روس آیا تھا تو اس وقت دنیا بائی پولر شمار ہوتی تھی۔ کچھ ممالک امریکہ کے زیر اثر تھے اور کچھ ممالک غیر جانبدار تحریک کے نام سے ایک گروپ میں شامل ہوکر اپنے آپ کو نارملی نان الائن کہتے تھے۔ لیکن ان پر دست شفقت روس کا رہتا تھا۔ ان میں انڈیا بھی شامل تھا۔ اس کے بعد جب افغانستان میں سوویت یونین کو شکست ہوئی اور اس کے حصے بخرے ہوگئے، اور صرف روس باقی رہ گیا، سنٹرل ایشین سٹیٹس اور یورپین سٹیٹس الگ ہوگئیں، دیوار برلن گر گئی اور جرمنی متحد ہوگیا تو اس کے بعد کہا جانے لگا کہ دنیا یونی پولر ہوگئی۔ یعنی امریکہ کو پوری دنیا پر بالادستی حاصل ہوگئی اور وہ ایک بے تاج بادشاہ کی حیثیت سے دنیا پر حکومت کرنے لگا۔ لیکن اس سے بھی اس کی تسلی نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس نے نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ لگایا۔ یعنی اب دنیا تبدیل ہو جائے گی اور دنیا میں ایک ہی نظام چلے گا۔ اسی زمانے میں پھر نائن الیون کا واقعہ پیش آگیا اور اس کا معاملہ ابھی تک مشکوک ہے۔ حالانکہ امریکہ نے اس کی انکوائری بھی کروائی لیکن اس کی رپورٹ آنے سے پہلے ہی امریکہ نے افغانستان پر حملے کا اعلان کر دیا کیونکہ اس واقعہ کی سازش افغانستان میں ہوئی۔ ابھی نائن الیون واقعہ کی مختلف تھیوریز چل رہی تھیں لیکن امریکہ نے پوری دنیا کے تھانیدار کا رول اختیار کرتے ہوئے باقی ملکوں کو بھی محض اپنی مرضی سے ساتھ ملا لیا، چاہے وہ اس کے لیے تیار تھے یا نہیں تھے۔ اسی طرح UNO سے بھی اپنی مرضی کا فیصلہ لیا اور بظاہر دنیا میں امن کے نام پر افغانستان پر حملہ کیا لیکن اب صورتحال یہ ہے کہ پوری دنیا کا امن داؤ پر لگا ہوا ہے۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں داخلہ یا ویزے کا حصول اب پہلے سے زیادہ مشکل ہو چکا ہے اور کسی بھی ملک سے خبر آسکتی ہے کہ وہاں پر دھماکہ ہوا اور اتنے لوگ مرچکے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: نائن الیون کے بارے میں

مرتب: محمد رفیق چودھری

مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ یہ امریکہ اور اتحادیوں کا ان سائیڈ جاب تھا جس کے ذریعے انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک محاذ کھولا۔ مسلم حکمرانوں کے ذہن میں بھی یہی بات ہے لیکن وہ اس کو کہنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ یہ حقیقت ہے کہ امریکہ اور یورپ سائنس، ٹیکنالوجی کی طرح سیاست میں بھی اُمت مسلمہ سے بہت آگے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ امریکہ اور یورپ کی سیاست کو وہ سات بینک کنٹرول کر رہے ہیں جو پوری دنیا کی معیشت کو بھی کنٹرول کر رہے ہیں۔ امریکہ کا صدر بھی وہی بناتے ہیں۔ لہٰذا اس بات میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں کہ نائن الیون جیسی اسکیمیں سرمایہ دارانہ نظام کے پشتی بانوں کی ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے پر جب پورا یورپ اور امریکہ اس سرمایہ دارانہ نظام کے غلبے میں آگئے تو اس وقت اس نظام کے پشتی بانوں کے سامنے صرف دو نظام ایسے تھے جو سرمایہ دارانہ نظام کو چیلنج کرنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ یعنی اشتراکی نظام اور اسلامی نظام۔ لہٰذا امریکہ نے اپنی اسٹریٹجی کے مطابق طے یہ کیا کہ اشتراکی نظام سے پہلے نبٹا جائے۔ اس لیے کہ اشتراکی نظام کے حامل ممالک (یعنی روس اور مشرقی یورپ) کے پاس قوت بھی تھی۔ لہٰذا امریکہ نے ان سے نبٹنے کے لیے پہلے اُمت مسلمہ کو اپنا اتحادی بنایا۔ جہاد کے بارے میں احادیث امریکہ نے ہمارے سلیبس میں شامل کروائیں اور اس وقت جہاد کا جتنا ڈھنڈورا امریکہ نے پیٹا کسی اور نے نہیں پیٹا۔ تاریخ گواہ ہے کہ جہادیوں کا واشنگٹن میں ریڈ کارپٹ پر استقبال کیا جاتا تھا۔ اس فریب اور جھوٹ کی بناء پر کہ تم ہمارے دوست ہو امریکہ نے اشتراکی نظام کے خلاف جنگ میں مسلمانوں کو مکمل طور پر استعمال کیا۔ لیکن ان کا پروگرام یہ تھا کہ پہلے مسلمانوں کے ذریعے اشتراکی نظام کو ختم کیا جائے جو سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف چیلنج بن چکا تھا اور اس کے بعد پھر اسلامی نظام کا راستہ ہر طرح سے روکا جائے۔ لہٰذا آپ دیکھتے ہیں کہ افغانستان کی جنگ کے بعد ایک دم کایا پلٹ گئی۔ اب جہادی فسادی کہلانے لگے اور نائن الیون کے بعد ان کا اصل ہدف اسلامی نظام بن گیا ہے۔

سوال: نائن الیون کے بعد امریکی صدر نے یہ کہا تھا کہ America will never be the same again. ان کے اس بیان کا مقصد کیا تھا؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بات کہی تھی اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس پر تنظیم اسلامی کے بانی ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ نے جو بات کہی تھی وہ زیادہ صحیح ثابت ہوئی اور وہ یہ تھی کہ The world will never be the same again. اور آپ دیکھیں کہ پھر دنیا ایسی بدلی کہ اس رخ پر آ ہی نہیں سکی۔ لہٰذا نائن الیون کے بعد حالات بالکل تبدیل ہوگئے۔ امریکہ اشتراکی نظام کو بالکل چت کر چکا تھا۔ لہٰذا اب وہ مکمل طور پر اسلامی نظام کے پیچھے تھا اور اس کی حکمت عملی یہ رہی کہ مسلمان ممالک کو کمزور اور غیر مستحکم کرکے ان پر اتنا تسلط حاصل کرلو کہ کہیں پر بھی یہ اسلامی نظام کو قائم کرنے کے قابل نہ رہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے مسلم حکمرانوں نے بجائے اس کے کہ وہ

اسلامی نظام قائم کرتے اوران کی اسکیم کوناکام بناتے ،انہوں نے اس کا حل ان کی غلامی میں جانے میں ڈھونڈا کہ ہم امریکہ کی ہاں میں ہاں ملاکر اوراس کا لیس مین بن کر یہ تسلیم کر لیں کہ اسلامی نظام قابل عمل نہیں ہے اور سرمایہ دارانہ نظام ہی دنیا کو چلاسکتا ہے۔اس طرح آج جو جنگ ہورہی ہے وہ سرمایہ دارانہ نظام کے مکمل تسلط کے لیے ہورہی ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ:1979ء میں افغانستان میں سوویت یونین داخل ہوا اور اسی سال ایران میں انقلاب آ گیا جس کے نتیجے میں وہاں پر اہل تشیع کی مذہبی حکومت قائم ہوئی لیکن اس کو عراق کے ساتھ جنگ میں الجھا دیا گیا ۔ دوسری طرف اشتراکی نظام کے خاتمے کے بعد سرمایہ دارانہ نظام کے لیے دو تہذیبیں خطرہ بن رہی تھیں ۔ ایک اسلامی تہذیب اور دوسری طرف چائنہ میں اُبھرتی ہوئی کنفیوشس تہذیب ۔ چائنہ کے ساتھ ان کی اقتصادی دوڑ ضروری تھی کیونکہ چائنہ ایک اکنامک سپر پاور بنتی چلی جارہی تھی لیکن ان کو کنفیوشس تہذیب کا اتنا ڈر نہیں تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہماری تہذیب کا اگر کوئی تہذیب مقابلہ کرسکتی ہے تو وہ اسلامی تہذیب ہے۔ کیونکہ اسلام کا باقاعدہ ایک نظام ہے اور یہ نظام دنیا میں قائم رہا ہے۔جس کی اپنی ایک سنہری تاریخ ہے ۔پھر افغانستان سے روس کے جانے کے بعد جب طالبان نے شریعت نافذ کردی تو اس کی برکات کا ظہور ہونا شروع ہوگیا اور باہر کے لوگوں نے باقاعدہ گواہیاں دینی شروع کردیں کہ یہ فلاح انسانیت کا ضامن نظام ہے تو امریکہ کو خطرہ ہوگیا کہ اگر ایک دو اور اسلامی ملکوں میں یہ نظام قائم ہوگیا تو پھر ان کے نظام اور تہذیب کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔لہٰذا اس کے توڑ کے لیے نائن الیون کا ڈراما رچایا گیا۔

ایوب بیگ مرزا: کنفیوشس تہذیب کے بارے میں Clash of civilization کے مصنف نے واضح کردیا تھا کہ اس سے ہمیں خطرہ ضرور ہے لیکن ابھی نہیں ہے، اس لیے انہوں اس کو تیسرے نمبر پر رکھا۔ پہلے نمبر پر اشتراکی نظام تھا اور دوسرے نمبر پر اسلامی نظام ہے

سوال: لیکن امریکہ جو اقدامات کررہا ہے وہ چائنہ کو کنٹرول کرنے کے لیے کررہا ہے کیونکہ اس کی اکانومی امریکہ کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔

ایوب بیگ مرزا: چائنہ کے خلاف جو وہ اقدامات کررہا ہے وہ فنانس کی سطح پر کررہا ہے۔عسکری سطح پر اس نے چائنہ کے ساتھ جنگ نہیں چھیڑ رکھی ۔ اس کی ساری جنگ مسلمان ممالک کے خلاف ہے اور اس کے لیے بہانے نائن الیون جیسے واقعات کو بناتا ہے۔ دہشت گردی کے خاتمے کی آڑ میں وہ اُمت مسلمہ کے نیم مردہ جسد پر تازیانے برسا رہا ہے تاکہ اس کے اندر اگر دوبارہ جان پڑنے کے امکانات ہوں تو وہ بھی ختم ہو جائیں ۔ وہ سمجھتا ہے کہ اسلامی نظام پہلے بھی دنیا میں مقبول رہا ہے اور وہ صدیوں میں نہیں بلکہ سالوں میں یورپ تک پہنچ گیا تھا۔ لہٰذا آج بھی اگر اسلامی نظام آ گیا تو اسے یورپ تک پہنچنے میں صدیاں نہیں بلکہ چند سال لگیں گے۔ واقعتاً اگر صحیح اسلامی نظام آجائے اور اس کے ذریعے خاص طور پر معاشی اور معاشرتی انقلاب برپا ہو جائے تو اسے دنیا میں مقبول ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔

سوال: نائن الیون کے بعد امریکہ کی طرف سے جو افتاد مسلمان ممالک (افغانستان، پاکستان اور عراق) پر آئی۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ اس واقعے کا نیچرل ری ایکشن تھا یا یہ کوئی سوچی سمجھی سازش تھی؟

> امریکہ کی حکمت عملی یہ رہی کہ مسلمان ممالک کو کمزور اور غیر مستحکم کرکے ان پر اتنا تسلط حاصل کرلیا جائے کہ کہیں پر بھی یہ اسلامی نظام کو قائم کرنے کے قابل نہ رہیں۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: فوری طور پر تو ایسا ہی ہوا کہ امریکہ نے کہا کہ ہم پر حملہ کر دیا گیا ہے اور فوراً فیصلہ بھی سنا دیا کہ یہ القاعدہ کی کارروائی ہے اور اسے افغانستان میں اسامہ بن لادن نے پلان کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی امریکہ نے طالبان کو دھمکی بھی دے دی کہ اسامہ کو ہمارے حوالے کردو ورنہ ہم آپ پر حملہ کردیں گے۔ پھر ساتھ ہی حملہ کی تیاری بھی شروع کردی۔ طالبان کا جواب یہ تھا کہ ہمیں ثبوت دیئے جائیں تاکہ ان کی روشنی میں ہم فیصلہ کر سکیں کہ اسامہ کو امریکہ کے حوالے کرنا ہے یا نہیں کرنا۔ اس کے بعد طالبان کی شوریٰ نے فیصلہ دیا کہ اسامہ بن لادن افغانستان چھوڑ جائیں۔لیکن اس کے باوجود امریکہ نے کسی کی بات نہیں سنی اور فوراً افغانستان پر حملہ کردیا۔ بظاہر تو یہ لگا کہ امریکہ نے جوابی کارروائی کی ہے کیونکہ امریکہ کی سرزمین پر حملہ ہوا ہے۔لیکن اب 15 سال گزر نے کے بعد جو حالات اور اثبات سامنے آرہے ہیں حتیٰ کہ امریکہ میں بننے والی جے آئی ٹی رپورٹ کے مطابق بھی نائن الیون سمیت بہت سے دیگر کام بھی جھوٹ پر مبنی تھے۔ مثلاً عراق پر حملہ، عرب اسپرنگ کا معاملہ، لیبیا پر دھاوا بولنا اور یہ سب ڈراما مشرق وسطیٰ کا نقشہ تبدیل کرنے کے لیے رچایا گیا۔ باقاعدہ کہا گیا کہ ہم مڈل ایسٹ کا نقشہ تبدیل کر دیں گے۔امریکہ میں ایک رسالہ فلاڈلفیا آف ٹرمپٹ نکلتا تھا۔اس میں نائن الیون سے پہلے اگست میں یہ بات آ گئی تھی کہ crusedes are not the matter the past the final crusede is have to come. بلکہ جونیئر بش نے کروسیڈ کا نام بھی لیا تھا۔ اگرچہ بعد میں اس نے تردید کی لیکن اس سے مراد صلیبی جنگیں ہی تھیں۔

ایوب بیگ مرزا: یہ تاریخی واقعہ ہے کہ جب اسامہ بن لادن کو حوالے کرنے کے لیے کہا گیا تو طالبان کے ایک ہزار علماء پر مشتمل مجلس شوریٰ نے مشورہ دیا کہ اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے تو نہ کیا جائے لیکن اسے کہا جائے کہ افغانستان چھوڑ دے۔ میں اس بات کا عینی شاہد ہوں کہ جونہی یہ فیصلہ آیا میں اس وقت ٹیلی ویژن کے سامنے تھا فوری طور پر امریکہ کے ترجمان نے وائٹ ہاؤس میں پریس کانفرنس بلائی اور کہا کہ صرف اسامہ بن لادن کا مسئلہ نہیں ہے ہم القاعدہ کا نیٹ ورک توڑنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے ہمیں افغانستان میں امریکی فوجیں بھیجنا لازم ہیں ۔ اس کا مطلب ہے کہ اسامہ کو حوالے کرنے والی باتیں سب بہانہ تھی، جھوٹ، مکر اور فریب تھا۔لہٰذا جونہی انہوں نے دیکھا کہ اسامہ کو نکالا جاسکتا ہے تو دوسری بات گھڑ دی کہ ہمیں تو نیٹ ورک توڑنا ہے۔

سوال: غلط انفارمیشن یا ایک سازش کے تحت جو جنگیں کی گئیں اس سے لاکھوں لوگ مر چکے ہیں اور آج تک مر رہے ہیں اس کے ذمہ داران کے خلاف کوئی عدالتی یا انکوائری کمیشن آج تک کیوں نہیں بنا؟

ایوب بیگ مرزا: اُردو کی مثال ہے ’’جس کی لاٹھی اس کی بھینس‘‘۔ یہ دنیا شروع سے ہی طاقت سے اپنی بات منواتی رہی ہے لیکن آج کے دور میں طاقت نے جس طرح سے ظلم ڈھانے شروع کیے ہیں اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ۔ فلسطین میں فلسطینی مرتے ہیں اور مورد الزام بھی فلسطینیوں ہی کو ٹھہرایا جارہا ہے۔امریکہ نے دنیا پر ساری جنگیں مسلط کیں اور امریکی صدر کو امن کا نوبل انعام ملا۔ اس کا مطلب ہے کہ جو طاقت ور کہے وہ انصاف ہے اور کمزور ظلم سہنے کے کا حقدار ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: برطانیہ میں تو اس حوالے سے ایک تحقیقاتی کمیشن بنا اور باقاعدہ تحقیقات ہوئیں اور کہا گیا کہ عراق میں فوج جھوٹی رپورٹ پر بھیجی گئی تھی اور اس وجہ سے جو 172 برطانوی فوجی ہلاک ہوئے ان کا ذمہ دار ٹونی بلیئر ہے۔امریکہ میں کولن پاول (سابق وزیر دفاع) نے بھی تسلیم کیا کہ مجھے غلط اور جھوٹی رپورٹ دی گئی تھی اور اس نے بعد میں حکومت سے علیحدگی بھی اختیار

کر لی لیکن آج تک وہاں اس حوالے سے کوئی انکوائری کمیشن نہیں بنا جو کہ کھلا تضاد ہے۔

ایوب بیگ مرزا: برطانوی رپورٹ بھی اپنے مرنے والے 172 فوجیوں کی وجہ سے بنی تھی جبکہ اسی جنگ میں شہید ہونے والی لاکھوں عراقی مسلمانوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔لہٰذا اصل معاملہ نظام کا ہے اور دنیا کے چند گھرانے جنہوں نے دنیا کی معیشت پر قبضہ کیا ہوا ہے جو سات بینک چلا رہے ہیں وہ اسلام کے عادلانہ نظام سے خوفزدہ ہیں اور اس کے لیے وہ ضروری سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے۔

سوال: نائن الیون کے پندرہ سال بعد آج اگر ہم اس واقعہ کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کریں تو اس کا اصل beneficiary کون ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اگر میں یہ کہوں کہ اس کا اصل beneficiary اسرائیل ہے تو یہ ایک انکشاف ہوگا۔ دراصل جسے نیو ورلڈ آرڈر کہا جاتا ہے بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ نے اس کو جیو ورلڈ آرڈر کہا تھا۔ جیو (یہودی) تعداد میں تو بہت کم ہیں لیکن جیسا کہ اقبال نے کہا تھا ع

فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے!

دنیا کے بینکاری نظام کو کنٹرول کرنے والے سات بینکرز بنیادی طور پر ذائنسٹ یہودی ہیں۔ ٹرمپ رسالے میں بھی ان پر تنقید کی گئی تھی۔ امریکہ کی ساری معیشت جیوز کے ہاتھ میں ہے۔ اس وقت دنیا میں ایک ورلڈ اسٹیبلشمنٹ ہے جو ایک ان دیکھی یہودی حکومت ہے جو ان سب کے تار ہلا رہی ہے۔ امریکہ کا صدر اگر اسرائیل کے خلاف کوئی لفظ کہہ دے تو فوراً اس کے خلاف اسکینڈل لے آیا جاتا ہے۔ جس سے وہ خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ نائن الیون کا اصل فائدہ اٹھانے والے دراصل یہودی ہیں لیکن وہ سامنے نہیں آ رہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے ذریعے جتنی بھی اسرائیل مخالف قوتیں تھیں ان سب کا انہوں نے تیا پانچہ کر دیا ہے۔ لیبیا، عراق، شام، اردن، مصر کا حشر آپ کے سامنے ہے۔ پاکستان کے پاس ایٹمی صلاحیت ہے اور وہ اب اس کے درپے ہوئے ہیں۔ آج امت مسلمہ مطعون و مظلوم ہے کہ جس کے حکمران پہلے ہی ان کی گود میں تھے اور جہاں جہاں مسلم ممالک میں انہیں مزاحمت نظر آئی اس کا وہ قلع قمع کر چکے۔

ایوب بیگ مرزا: اسرائیل نائن الیون کی آڑ میں تقریباً اپنے تمام اہداف حاصل کر چکا ہے سوائے دو اہداف کے (1) اسرائیل کی توسیع یعنی گریٹر اسرائیل (2) پاکستان کی ایٹمی تنصیبات۔ اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وہ ان دو اہداف کو حاصل کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے۔

سوال: امریکہ کی ایک روایت ہے وہ ایک بت تراشتا ہے، ایک ہوا کھڑا کرتا ہے اور پھر کسی ملک کے خلاف کارروائی کا آغاز کر دیتا ہے۔ جیسے WMD کا اس نے بت تراشا اور عراق پر حملہ کر دیا۔ نائن الیون کے بعد اسامہ اور القاعدہ کا بت تراشا اور افغانستان پر حملہ کر دیا۔ مڈل ایسٹ میں عرب اسپرنگ کا ہوا کھڑا کیا اور اپنے آدمی لے آیا، پھر داعش کا نام لیا اور شام کے 5 لاکھ لوگ قتل کر دیئے۔ امریکہ کا ایسا رویہ، ایسا طرزِ عمل کیوں ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: جنگ کا اصول بھی ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو طاقتور ہوتا وہ اپنے کمزور حریف پر حملہ کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ تراشا کرتا ہے۔ امریکہ بھی ایسا ہی کر رہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس جنگ سے اس نے حاصل کیا کیا؟ 15 سال ہو گئے ہیں ابھی تک امریکن فوج افغانستان میں پھنسی ہوئی ہے لیکن دنیا میں یہودیوں کی جو وہ سٹریٹجک پوزیشن بنانا چاہتا تھا اس پر وہ اب بھی پوری طرح گامزن ہے۔ یعنی مصر، لیبیا، عراق، شام وغیرہ کا انہوں نے تیا پانچہ کر دیا ہے، ایران کے بھی نیوکلیئر دانت انہوں نے نکال دیئے۔ اسرائیل کو ادھر سے بھی خطرہ نہیں رہا۔ جو مسلمان ممالک بچے ہوئے ہیں جیسے سعودی عرب، پاکستان وغیرہ وہاں بھی عدم استحکام پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان حالات میں ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہماری امریکہ کے ساتھ کیا پالیسی ہونی چاہیے۔ امریکہ تو اپنے اس ایجنڈے پر چلا جا رہا ہے۔ ہم پر دہشت گردی کی جنگ ٹھونس دی جس میں ہم نے بہت نقصان اٹھایا ہے، ہزاروں فوجی اور سویلینز شہید ہوئے ہم سے اس نے منوا بھی لیا ہے کہ یہ تمہاری اپنی جنگ ہے اور خود بیچ میں سے نکل گیا ہے۔

سرمایہ دار یہودی سمجھتا ہے کہ آج بھی اگر اسلامی نظام آ گیا تو اسے یورپ تک پہنچنے میں صدیاں نہیں بلکہ چند سال لگیں گے۔

ایوب بیگ مرزا: امریکہ کی اس وقت حالت یہ ہے کہ جیسے کوئی اذیت پسند انسان ہوتا ہے اور وہ اپنے دشمن کو اذیت دے کر اس کے سر پر بھی کھڑا رہتا ہے کہ اسے مرنے بھی نہیں دیتا اور جینے کے لیے کسی کو اس کا علاج بھی نہیں کرنے دیتا۔ امریکہ اس وقت اُمت مسلمہ کے ساتھ یہی سلوک کر رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مشرف کے پاس ایک بہت اچھا راستہ تھا کہ وہ پاکستان کو بچا بھی لیتا اور امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی بھی نہ بنتا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ضیاء الحق کے دور میں جب کچھ اسرائیلی کمانڈوز کہوٹہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے تو ضیاء الحق نے انڈیا سے کہا تھا کہ پاکستان پر جہاں سے بھی حملہ ہوا تو پاکستان اس کو انڈیا کا ہی حملہ تصور کرے گا۔ یہ جواب مشرف بھی دے سکتا تھا کیونکہ کیونکہ پاکستان پر حملہ کرنے کے لیے امریکہ کو بھارت کی مدد بہرحال چاہیے تھی۔ اگر ایسا جواب مل جاتا تو پاکستان اس جنگ سے بچ جاتا۔

سوال: نائن الیون کے واقعہ کے بعد پاکستان نے کیا کھویا اور کیا پایا؟

ایوب بیگ مرزا: اگرچہ ظاہری طور پر پاکستان کا نائن الیون کے واقعہ سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا، نہ اس کے لیے پاکستان کی سرزمین استعمال ہوئی لیکن اصل مسئلہ یہی تھا کہ امریکہ کا ہدف مسلمانوں کو تہس نہس کرنا ہے۔ اس جنگ میں پاکستان نے سب کھویا ہی کھویا ہے پایا کچھ بھی نہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مشرف نے امریکہ کا اتحادی بننے میں اس وقت چار فائدے گنوائے تھے کہ معیشت کو فائدہ ہوگا، کشمیر کاز کو فائدہ ہوگا، ہماری ایٹمی صلاحیت زیادہ بہتر ہو جائے گی اور ہماری ملکی سالمیت محفوظ ہو جائے گی۔ لیکن آج اگر یہی سوال آپ مشرف سے پوچھیں کہ پاکستان نے کیا پایا تو وہ بھی اس کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ عملی طور پر پاکستان کی ایٹمی تنصیبات جتنی آج خطرے میں ہیں اتنی پہلے کبھی نہیں تھیں۔ معیشت جتنی آج بری حالت میں ہے پہلے کبھی نہیں تھی۔ پاکستان کشمیر کاز سے جتنا دور آج ہے پہلے کبھی نہ تھا۔ اور پاکستان جتنا آج غیر محفوظ ہے پہلے اتنا کبھی نہ تھا اور دشمن کا ہدف بھی یہی تھی کہ اگر پاکستان کو براہِ راست نہ ختم کیا جا سکے تو اس کو سسک سسک کر مرنے کی پوزیشن میں لا کھڑا کرو۔ آج سے 15 سال پہلے پاکستان میں دہشت گردی کا نام و نشان نہ تھا، لیکن آج ہر جگہ دھماکے ہوتے ہیں اور اس کا نقصان پاکستان اور مسلمانوں کو ضرور پہنچتا ہے۔ دہشت گردی کو اسلام کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ جیسے اسلام وہ مذہب ہو جو دہشت گردی کو سپورٹ کرتا ہے۔ لہٰذا نائن الیون کے بعد ہم نے سب کچھ کھویا ہی کھویا ہے پایا کچھ بھی نہیں۔ سب سے بڑھ کر ہم نے اسلام سے اپنا تعلق کھویا ہے۔ اسلام سے دور ہوئے ہیں۔ آج ہمارا بہت زیادہ پڑھا لکھا طبقہ سمجھتا ہے کہ لبرل ازم ہی ہماری بنیادی پالیسی ہے۔ جبکہ پہلے کوئی ایسی بات کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

ترکِ نماز

مولانا محمد اسلم

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسلمانوں کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ عمداً فرض نماز کا چھوڑنا گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے، اللہ کے نزدیک نماز کا گناہ قتل سے، غصب وغضب سے، سرقہ اور شراب نوشی سے بھی زیادہ ہے۔ ایسا شخص اپنے آپ کو دنیا اور آخرت میں، اللہ کے غضب اور عقوبت کے لیے پیش کرتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مختلف عمال اور مسلمانوں کو لکھا کرتے تھے کہ میرے نزدیک تمہارے معاملات میں سے سب سے زیادہ اہم نماز ہے، جس نے نماز کی حفاظت کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ دین کے دوسرے احکام کو زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔ جو شخص نماز کو چھوڑتا ہے اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، نماز اسلام کے فرائض میں سے پہلا فریضہ ہے اور یہ دین میں سے سب سے آخر میں مفقود ہوگا۔ یہ اسلام کا اول بھی ہے اور آخر بھی ہے۔ جب دین کا اوّل اور آخر جاتا رہا تو سارا دین جاتا رہا، اس لیے کہ جس چیز کا اول اور آخر نہ رہے تو اس کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

(کتاب الصلاۃ لا بن قیم:22,21)

اسلاف کے ہاں چونکہ ایک مسلمان سے ترک نماز کا تصور بھی محال تھا اس لیے وہ نماز کو ضائع کرنے کا مفہوم بیان کرتے تھے کہ نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کر دینا۔

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ جنہیں تابعین کا امام کہا جاتا ہے وہ فرماتے ہیں: ''نماز کو ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ظہر کی نماز عصر تک، عصر کی نماز مغرب تک، مغرب کی نماز عشاء تک، عشاء کی نماز فجر تک اور فجر کی نماز طلوع آفتاب تک مؤخر کر دے۔ جس شخص کا اس حالت میں انتقال ہو گیا اور توبہ کی توفیق نصیب نہ ہوئی، اس کے لیے اللہ کی طرف سے سخت وعید ہے اور وہ جہنم کی ایسی وادی میں ہوگا جس کی گہرائی بہت زیادہ اور جس کی سزا بہت سخت ہے۔'' (مکاشفۃ القلوب:308)

سورۂ مدثر میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو ان سے اہل جنت سوال کریں گے کہ تمہیں دوزخ میں کس چیز نے داخل کیا ہے تو وہ دوزخ میں ڈالے جانے کے چار اسباب بیان کریں گے: ''وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور ہم بحث کرنے والوں کے ساتھ بحث میں مشغول رہتے تھے اور ہم جزا کے دن کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔'' (المدثر:43تا46)

اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان جو گفتگو قیامت کے دن ہوگی اللہ تعالیٰ نے وہ گفتگو دنیا ہی میں بتا دی ہے تاکہ عقل رکھنے والے نصیحت حاصل کریں اور ان سارے اسباب سے بچ جائیں جو دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے نماز میں سستی کرنے کو منافقوں کی علامت بتایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کے دھوکے کا بدلہ دے گا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔'' (النساء:142)

سرور دو عالم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں بھی ترک نماز پر سخت وعیدیں سنائی ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کی وصیت فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تمہیں زندہ جلا دیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے اور جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑنا، جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی وہ ملت سے خارج ہو گیا اور معصیت کا ارتکاب نہ کرنا کیونکہ یہ اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے اور شراب نوشی نہ کرنا کیونکہ یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔'' (الترغیب والترہیب:1-378)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان اور کفر و شرک کے درمیان فرق، ترک نماز ہے۔'' (مسلم:82)

نماز مسلمان کی پہچان ہے، کافروں اور مشرکوں کے مجمع میں مسلمان کو نماز کے ذریعے پہچانا جاتا ہے، گویا یہ ناممکن سی بات ہے کہ مسلمان تو ہو مگر نماز ادا نہ کرے جبکہ ہماری آبادیوں کو دیکھ کر مسلمان کا نماز ترک کرنا ایک عام معمول ہے۔ ایک طرف شہروں اور دیہاتوں کی آبادی کو دیکھئے اور دوسری طرف مساجد کو دیکھئے! آپ کو ہزاروں کی آبادی میں سو پچاس سے زیادہ نمازی دکھائی نہیں دیں گے۔ ایسا لگتا ہے کہ دلوں سے نماز کی عظمت اور اہمیت نکل ہی گئی ہے اور اسے ایک ایسا عمل سمجھ لیا گیا ہے جس کے کرنے یا نہ کرنے کا مسلمان کو اختیار دیا گیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال یہ تھا کہ وہ سخت مجبوری اور بیماری میں بھی نماز چھوڑنا گوارا نہیں کرتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں کچھ تکلیف ہوگئی، جس کی وجہ سے ان کی بینائی جاتی رہی، ان سے کہا گیا کہ ہم آپ کا علاج کرتے ہیں، لیکن آپ کو چند روز تک نماز چھوڑنی ہوگی آپؓ نے فرمایا نہیں؟ میں نماز نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز چھوڑی اس کی اللہ سے ملاقات اس حال میں ہوگی کہ اللہ اس پر ناراض ہوگا۔'' (الترغیب والترہیب:1/138)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کے اسلام کا کوئی اعتبار نہیں۔''

(تعظیم قدر الصلوۃ:2/879)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جس نے ایک نماز جان بوجھ کر چھوڑی وہ اللہ سے بری ہو گیا اور اللہ اُس سے بری ہو گیا۔'' (تعظیم قدر الصلوۃ:2/897)

حضرت عبداللہ بن شقیق عقیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''محمد ﷺ کے صحابہ نماز کے علاوہ کسی بھی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔'' (الترغیب والترہیب:379,1)

آخر میں ترک نماز کے چند نقصانات بھی ملاحظہ فرمالیجئے:

1۔ ترک نماز انسان کو بتدریج کفر اور ملت سے خارج ہونے کی طرف لے جاتا ہے۔
2۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا مستحق ہو جاتا ہے۔
3۔ تارک نماز دنیا اور آخرت میں ذلیل ہوتا ہے۔
4۔ بے نمازی کا حشر ہامان، قارون، فرعون اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔
5۔ اسے دیدار الٰہی اور لقاء الٰہی (اللہ تعالیٰ سے ملاقات) کی نعمت سے محروم رکھا جائے گا۔
6۔ اس بدنصیب کو یہ علم بھی نہیں ہوتا کہ میں ایک ایسے عمل سے محروم ہو گیا ہوں جو گناہوں کے کفارہ اور نیکیوں میں اضافہ کا سبب بن سکتا ہے۔

(نضرۃ النعیم:41/67/9)

ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے

محمد سمیع

سورۂ آل عمران میں مسلمانوں کے خلاف منافقین کے بغض کے حوالے سے جو ذکر آیا ہے اس کے متعلقہ حصے کے ایک جز کو میں نے اس مضمون کا عنوان الطاف حسین کے اس بیان کے حوالے سے بنایا ہے جو انہوں نے وطن عزیز اور اس کے اداروں کے حوالے سے دیا ہے۔ حیرت ہے کہ معماران وطن کی ایک اولاد نے پاکستان مردہ باد کا نعرہ بلند کر کے ان کی ساری قربانیوں پر خط تنسیخ پھیرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے جواب میں خوشی سے بغلیں بجائی جارہی ہیں کہ الطاف حسین نے اپنے اس بیان کے ذریعے اپنی اصل حقیقت ظاہر کردی ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں اس کے نتیجے میں پاکستان کی سیاست میں ان کا کردار ختم ہوجائے گا۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جس ادارے نے انہیں اپنا آلۂ کار بنایا تھا تاکہ کراچی شہر کی اپوزیشن کے ہراول دستے کی حیثیت کو ختم کیا جاسکے۔ وہ یہ بھی بھول گئے ہیں کہ ایم کیو ایم جسے الطاف حسین کا اصل چہرہ ہے، اس ادارے کے اشاروں پر ناچتی رہی ہے۔ اس ادارے نے الطاف حسین سے کہا کہ تم مہاجروں کی محرومی کو ایکسپلائٹ کرو۔ مہاجر برادری تمہیں اپنے سر کا تاج بنالے گی۔ اس نے ایم کیو ایم کے تین نکاتی منشور کا اعلان کیا۔ مہاجر قومیت کی شناخت، کوٹا سسٹم کا خاتمہ اور محصورین بنگلہ دیش کی واپسی۔ یہ گویا مہاجروں کے دلوں کی آواز تھی۔ مہاجر برادری پڑھی لکھی، باشعور برادری اس منشور کی وجہ سے دھوکہ کھاگئی۔ لیکن نہ مہاجر قومیت کی شناخت قوم نے تسلیم کی، نہ کوٹا سسٹم کا خاتمہ ہوا اور نہ ہی محصورین بنگلہ دیش اپنے وطن منتقل ہوسکے۔ البتہ الطاف حسین قائد تحریک ضرور بن گئے۔ جب اشارہ ملا الیکشن کا بائیکاٹ کیا گیا، جب الیکشن لڑنے کو کہا گیا، الیکشن میں کود پڑا گیا۔ جب کہا گیا کہ مہاجر قومی موومنٹ کو متحدہ قومی موومنٹ بنا دیا جائے، ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن ایم کیو ایم کو حاصل کیا ہوا۔ سیاست اقتدار میں آنے کا ذریعہ ہے۔ ایم کیو ایم مکمل اقتدار میں تو نہ آسکی البتہ بہت ہی قلیل عرصے کے علاوہ وہ اپنے قیام سے اب تک ہر حکومت کے ساتھ اقتدار میں شریک ضرور رہی۔ ہماری قومی سیاسی جماعتیں اسے اپنے اقتدار پر فائز ہونے کے لئے سیڑھی کے طور پر استعمال کرتے رہے۔ ایم کیو ایم ہرجائی کا رول ادا کرتی رہی کبھی پیپلز پارٹی کے ساتھ تو کبھی ن لیگ کے ساتھ۔ گویا قومی سیاسی جماعتیں اپنے اقتدار کے لئے ایم کیو ایم کو استعمال کرتی رہیں اور ایم کیو ایم اقتدار میں شرکت کے لئے مہاجروں کو استعمال کرتی رہی۔ پاکستان کے خلاف الطاف حسین نے کیا کیا گوہر افشانیاں نہیں کیں حتیٰ کہ قیام پاکستان کو تاریخ کی سب سے بڑی غلطی قرار دیا اور اس ملک میں جاکر قرار دیا جس نے آج تک پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن ہماری حکومتوں نے اس کا کوئی نوٹس لیا اور نہ ہی حکومتی اداروں نے۔ آج جو لوگ بغلیں بجارہے ہیں وہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ جو ایم کیو ایم اپنے ریاستی اداروں کا آلۂ کار بن سکتی ہے، وہ بیرون ملک قوتوں کا آلۂ کار کیوں نہیں بن سکتی۔ اور یہ جو ایم کیو ایم پاکستان کا ناٹک رچایا جارہا ہے، وہ دراصل الطاف حسین کی ملک کے خلاف جنگ میں ری ٹریٹ کی حکمت عملی بھی ہوسکتی ہے۔ شاعر نے تو یہ شعر موت کے حوالے سے لکھا تھا کہ موت اک زندگی کا وقفہ ہے اور آگے چلیں گے دم لے کر۔ جسے ہمارے دانشور الطاف حسین کی سیاسی خودکشی قرار دے رہے ہیں وہ دراصل جنگ کے اگلے مرحلے کا حصہ ہوسکتا ہے۔ ری ٹریٹ کی حکمت عملی کی تو ہمارے دین نے بھی اجازت دی ہے۔ جب ریمنڈ ڈیوس کو رہا کرنے کے لئے حکمرانوں کو اصول دیت یاد آسکتا ہے تو الطاف حسین سے کیا بعید ہے کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے یہ حکمت عملی نہ اختیار کرے۔ ہمارا بالعموم حال یہ ہے کہ خواہ ہماری عملی زندگی میں اسلامی تعلیمات کا کوئی دخل نہ ہو، اپنے مفادات کے حصول کے لئے ہم اسلامی تعلیمات کی آڑ لینے سے کبھی نہیں چوکتے۔ یہ جو ایم کیو ایم پاکستان کا ڈرامہ رچایا جارہا ہے، یہ اس حکمت عملی کا حصہ ہوسکتی ہے۔ ورنہ سب جانتے ہیں کہ فاروق ستار کی کیا حیثیت ہے۔ جب الطاف حسین نے کارکنوں کو رابطہ کمیٹی والوں کو پٹائی کا حکم صادر فرمایا تھا تو کہتے ہیں کہ فاروق ستار باتھ روم میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔

دوسری جانب حال یہ ہے کہ 1992ء کے ایم کیو ایم کے خلاف آپریشن کی تاریخ دہرائی جارہی ہے۔ اس وقت بھی الطاف حسین کی تصویریں پھاڑی گئی تھیں۔ دفاتر بند کئے گئے تھے۔ اس وقت بھی کہا گیا تھا کہ الطاف حسین کا چیپٹر بند ہوچکا ہے۔ لیکن اس کے نتیجے میں ایم کیو ایم پہلے سے زیادہ مضبوط جماعت بن کر ابھری تھی۔ اب بھی وہی کچھ کیا جارہا ہے۔ یہ مسئلے کا حل نہیں۔ حیرت ہے کہ پیپلز پارٹی کی سندھ میں گزشتہ آٹھ سال سے حکومت موجود ہے اور مختلف سیاسی حلقوں کی طرف سے بار بار مطالبہ کیا گیا تھا کہ ایم کیو ایم نے جہاں غیر قانونی طور پر اپنے دفاتر قائم کئے ہیں، ان جگہوں کو واگزار کروایا جائے لیکن وفاق اور صوبے میں حکومت میں ہونے کے باوجود پیپلز پارٹی نے کوئی اقدام نہیں کیا لیکن آج سندھ کے وزیر اعلیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ ان کی حکومت کے اقدام کے نتیجے میں ہورہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ن لیگ اور نہ ہی پیپلز پارٹی ایم کیو ایم کو ناراضگی مول لے سکتی ہے کیونکہ انہیں اقتدار میں اسے اپنی سیڑھی کے طور استعمال کرنے کی گنجائش باقی رکھنی ہے جبھی تو صوبائی اور وفاقی حکومتیں ایم کیو ایم پر پابندی نہیں لگانا چاہتی ہیں۔ انہیں پتہ ہے کہ ان کے اس اقدام سے ایم کیو ایم کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ پہلے ہی کالعدم جماعتیں کالعدم ہونے کے باوجود سیاست میں سرگرم ہیں۔ البتہ اس کے نتیجے میں وہ کالعدم ایم کیو ایم کو اپنے اقتدار کی سیڑھی نہیں بناسکیں گی۔ ایم کیو ایم کے اثر ورسوخ کو ختم صرف مہاجر برادری ہی کرسکتی ہے۔ مہاجروں کو گزشتہ 30 سال کی ایم کیو ایم کی سیاست کے نتیجے میں کیا ملا اور کیا کھویا، اس کا احتساب انہیں کرنا پڑے گا۔ راقم کے خیال میں تو ایم کیو ایم کو سپورٹ کر کے مہاجروں کا وہی حال ہوا جو اس مصرعے سے ظاہر ہے۔ اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی۔ دوسری جانب سیاسی جماعتوں کو ہر وہ اقدام کرنا پڑے گا جس کے نتیجے میں نہ صرف ان کی عزت سادات بحال ہو بلکہ ان کی محرومیوں کا ازالہ بھی ہوسکے۔ ورنہ شدید اندیشہ ہے کہ جو قوتیں الطاف حسین کی سرپرستی کررہی ہیں، اُن کا وطن عزیز کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو جائے۔ اس وقت کسی جانب سے کسی بیوقوفی کی گنجائش نہیں۔

☆☆☆

ہمارا اندھاپن

بابر ستار

ہماری ریاست اور معاشرہ اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ شہریوں کو اُن بنیادی انسانی حقوق کی ہرگز ضرورت نہیں جو آئین میں درج ہیں۔ یہ حقوق اُنہیں صرف اسی صورت دیئے جاسکتے ہیں جب ریاست اپنے سیکورٹی چیلنجز سے نمٹ لے۔ دہشت گردی کے ہر واقعہ کے بعد ہم بہت فخر سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بہت قوتِ برداشت رکھنے والی قوم ہیں۔ اس دعوے کے بعد پھر ہم انسانی جانیں بچانے کی ضرورت یا زحمت سے بے نیاز ہوجاتے ہیں۔ اب تو ہلاکتوں کا بھی تخمینہ ہی لگایا جاتا ہے، اور اگر ریاست کے اندازے میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد پانچ یا دس فیصد غلط بھی نکل آئے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اس ہفتے سپریم کورٹ نے فوجی عدالتوں کی طرف سے سزائے موت پانے والے مجرموں کی اپیلیں مسترد کردیں۔ اس فیصلے کو غیر معمولی قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ جب فاضل عدالت نے اکیسویں ترمیم کے تحت فوجی عدالتوں کو سویلینز پر مقدمات چلانے کی اجازت دیتے ہوئے کہا تھا کہ ایسا کرنے سے نہ تو انسانی حقوق کی پامالی ہوتی ہے اور نہ ہی طاقت کے دھڑوں کی علیحدگی کا تصور مجروح ہوتا ہے، تو پھر ایسے ہی فیصلوں کی توقع تھی۔ تاہم یہ فیصلہ ہماری قانون سازی پر ایک دھبے کی مانند ضرور رہے گا، اور ہمیں ایک نہ ایک دن اسے ختم کرنے کی ضرورت پیش آئے گی، خاص طور پر اُس وقت جب ہم ہر معاملے میں فوج پر انحصار کرنے کی پالیسی سے اجتناب کرنا چاہیں گے۔

اکیسویں ترمیم کے تحت کیسز چلانے کے پیچھے کارفرما سوچ یہ تھی کہ قومی اتفاق رائے سے دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خلاف لڑنے کے لئے فوجی عدالتوں میں ٹرائل کو رازداری میں رکھنے کی ضرورت ہے۔ یقیناً عدالتیں قومی پالیسی نہیں بناسکتیں، چنانچہ یہ عدالتوں کا کام نہیں کہ وہ ایگزیکٹو کو بتائیں کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کس طرح لڑنی ہے، یا قانون ساز اداروں کو ہدایت دیں کہ آئین کا مواد کیا ہونا چاہیے۔ بدقسمتی سے عدالت یہ سب کچھ نہیں کہہ سکتی۔ جو بات کہنی ضروری تھی وہ یہ کہ اس کے پاس آئینی ترمیم کو ختم کرنے کا اختیار ہے۔ یہ پارلیمنٹ کے اکثریتی فیصلے کو بھی کالعدم قرار دے سکتی ہے۔ تاہم اس نے فوجی عدالتوں کے قیام کو بنیاد فراہم کرنے والی اکیسویں ترمیم کو منسوخ نہ کیا۔ اس کے نزدیک فوجی عدالتوں کی طرف سے پردے کے پیچھے شہریوں کا ٹرائل کرنے سے آئین کی کوئی اقدار اور اصول مجروح نہیں ہوتے۔ چنانچہ اکیسویں ترمیم کے بعد جوڈیشل نظر ثانی کی بہت کم گنجائش باقی بچی تھی۔

تازہ ترین فیصلے میں سزائے موت کے مجرموں کی اپیلیں آئین کے مطابق ہی مسترد کی گئیں (وہ آئین جس میں اکیسویں ترمیم اور آرمی ایکٹ میں ترمیم کی گئی تھی)۔ فاضل عدالت کا کہنا ہے کہ ان فیصلوں میں آئین کی روح کو مقدم رکھا گیا ہے، نیز سزا پانے والے ملزموں کے جرائم فوج کے دائرہ کار میں آتے ہیں، نیز فیصلے کرنے والے افسران نے قانون کو اس کی روح کے مطابق ہی استعمال کیا تھا، اور سزا سناتے ہوئے کسی ذاتی عناد کو اثرانداز ہونے کی اجازت نہیں دی۔ ظاہر ہے کہ اکیسویں ترمیم کے بعد یہ فیصلہ کس طرح غلط قرار دیا جاسکتا ہے؟ ریاست کی طرف سے کیس میں کیے گئے انصاف کو جانچنے کا معیار اس قدر پست ہے کہ یہ فیصلہ غلط ثابت ہو ہی نہیں سکتا۔ روایتی طور پر ہم انصاف کو جانچنے کے لئے جو معیار مدِ نظر رکھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ منصف غیر جانبدار ہوں اور جسٹس سسٹم شفاف طریقے سے کام کرے۔ اس کے لیے کچھ دیگر اصول بھی ہیں، جیسا کہ جرم ثابت ہونے تک بے گناہ سمجھنا، یا انصاف صرف ہونا ہی نہیں چاہیے، ہوتا دکھائی بھی دینا چاہیے۔

تاہم ہمارے ہاں یہ اصول اب متروک ہو چکے ہیں۔ اب پاکستان میں شہریوں کے اس حق کو عملی طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا کہ گرفتار شدہ شخص کو خفیہ خانوں میں بند نہیں رکھا جائے گا، گرفتاری کے وقت الزامات بتائے جائیں گے، گرفتار شدہ شخص کو بلاتاخیر مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اب قانونی طریق کار بے گناہی کے معیار کو تسلیم نہیں کرتا۔ غیر جانبدار منصف کا زیادہ سے زیادہ معیار یہ ہے کہ وہ آپ کے خلاف کوئی ذاتی تعصب نہ رکھتا ہو، چاہے وہ یونیفارم میں اُن افسران کے ماتحت ہو جنھوں نے آپ کو گرفتار کرنے کے بعد تحقیقات کی ہیں۔ ہماری ریاست اور معاشرے نے مجموعی طور پر یہ بات تسلیم کرلی ہے کہ شہریوں کے بنیادی حقوق سلب کیے بغیر دہشت گردی کے خلاف جنگ نہیں لڑی جاسکتی۔ نیز یہ بھی مان لیا کہ ان حقوق کو سلب کرنے کے عمل کی نگرانی نہیں کی جاسکے گی۔ ہم یہ بھی تسلیم کرچکے کہ ہماری سیکورٹی کی موجودہ صورت حال ایسی ہے کہ اس پر چیک اینڈ بیلنس رکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہم یہ بات مان چکے کہ ہماری سیکورٹی فورسز جن کے خلاف لڑ رہی ہیں، وہ حتمی طور پر غدار ہیں، نیز جب افراد کو فورسز، جج، پولیس یا سزا سنانے والوں کا یونیفارم پہنا دیا جاتا ہے تو اُن سے غلطی سرزد نہیں ہوسکتی۔ ہم نے یہ سوال اٹھانا بھی موقوف کردیا ہے کہ ایک گرفتار شدہ ملزم، فرض کریں کراچی سے، کو چوبیس گھنٹے کے اندر مجسٹریٹ کے سامنے کیوں پیش نہیں کیا جاتا؟ ہم اس سوال کی بھی زحمت نہیں کرتے کہ کیا کسی جرم پر سنائی گئی سزا کی درست تحقیقات ہوئی تھیں، اور کیا میڈیا کے سامنے کرائے گئے اعترافات کسی بدترین تشدد کا نتیجہ تو نہ تھے؟ ہم نے صحیح اور غلط کی بابت سوال اٹھانا چھوڑ دیا ہے، کیونکہ ہمارے معاشرے میں ان کے پیمانے سمٹتے جارہے ہیں۔ ہم ایک ایسا معاشرہ بن چکے ہیں جو معاملات کو باریک بینی سے دیکھنے سے قاصر ہے۔ ہم استعمال کی گئی قوت اور کی گئی تحقیق پر سوال اٹھانے کے حق میں نہیں۔ ہمیں کوئی غرض نہیں کہ ملک اسحاق یا سری لنکن ٹیم پر حملہ کرنے والوں کو کس طرح بھی سزا دی گئی؟ ہوسکتا ہے کہ وہ واقعی مجرم ہوں لیکن اُنہیں قانونی طریق کار اختیار کیے بغیر مبینہ مقابلوں میں ہلاک کیا گیا۔ ہم اس بات کی بھی پروا نہیں کرتے کہ

شہریوں کی لاشیں بوریوں سے برآمد ہو رہی ہیں یا وہ غائب ہو رہے ہیں، کیونکہ ریاست کا کہنا ہے کہ وہ دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث تھے، اس کا اتنا کہنا ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔

اگر ہمیں یقین ہے کہ ایم کیو ایم کے کچھ کارکن دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث تھے تو ہم رینجرز کی طرف سے اٹھائے گئے ہر اقدام کی حمایت کریں گے، لیکن تھوڑی دیر کے لئے رک کر ریاست سے یہ سوال پوچھنے کی زحمت نہیں کریں گے کہ جب ایم کیو ایم کے کچھ کارکن مبینہ طور پر را سے ٹریننگ حاصل کرنے انڈیا جا رہے تھے تو ریاست کیا کر رہی تھی؟ ہم یہ سوال بھی نہیں کر پا رہے کہ ہماری ریاست منی لانڈرنگ کیس میں الطاف حسین کو سزا دینے کے لئے کلی طور پر برطانیہ پر ہی تکیہ کیوں کر رہی ہے؟ اس کے دیگر ملزمان کو پاکستان میں سزا کیوں نہیں دی جا سکتی، خاص طور پر جب وہ رقم کراچی میں بھتہ خوری کے وسیع نیٹ ورک کے ذریعے اکٹھی کی گئی تھی؟

کیا ہم ریاست کو مستقل طور پر ان ہنگامی اصولوں کی بنیاد پر چلانا چاہتے ہیں کہ معمول کے اصول وضوابط کے تحت ریاست کے مفادات کا تحفظ ممکن نہیں؟ کیا ہم اخلاقی سمت کھو رہے ہیں؟ ہم دہشت گردوں، ان کی برین واشنگ کرنے والوں، ان کے حامیوں، ان کے سہولت کاروں کے ساتھ ساتھ بوری بند لاشوں، افراد کو غائب کرنے والوں اور مشکوک مقابلوں میں ہلاک کرنے والوں کی مذمت کیوں نہیں کرتے؟ بھارت کے مقبوضہ کشمیر میں جبر اور بلوچستان میں مداخلت پر تنقید کرنے والے لشکرِ طیبہ، جیش محمد اور طالبان کے حوالے سے ریاست کی غلط پالیسیوں پر تنقید کیوں نہیں کر سکتے؟ بات یہ ہے کہ حب الوطنی ایک قابل قدر جذبہ ہے، لیکن یہ ریاستی اداروں کے احتساب کا متبادل نہیں۔ اگر حب الوطنی اور خوف کے چابک سے قانون کی حکمرانی کو ختم کرنے اور ریاست کے غلط رویوں اور پالیسیوں پر تنقید کرنے والوں کی زبان بند کر دی جائے تو اس سے ریاست طاقتور نہیں، کمزور ہوگی۔ اگر ہم اس مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں جہاں ہم ریاست کی سیکورٹی کے نام پر ہر قتل کو جائز سمجھتے ہیں تو یقین کر لیں کہ ہم نہ صرف صحیح اور غلط کا فرق کھوتے جا رہے ہیں بلکہ ہمارے طاقتور اور محفوظ ہونے کا تاثر بھی غلط ہے۔ آئین کا آرٹیکل 9 کہتا ہے...... کسی شخص کو بھی زندگی اور آزادی سے محروم نہیں کیا جائے، سوائے قانون میں درج طریق کار کے۔ اکیسویں ترمیم اور دیگر قوانین کے ذریعے ہم نے قانونی طریق کار کے معیار کو اتنا گرا دیا ہے کہ جان لینے کا جواز نکل ہی آتا ہے۔ جہاں تک آزادی کا تعلق تو ہمارے ہاں اس کا مسخ شدہ تصور یہ ہے کہ شہری اپنی آزادی سے اپنے نمائندوں کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ ان کی آزادی کا تحفظ کریں لیکن وہ صاحبانِ اختیار عوام کی ہی آزادی سلب کرنے پر تل جاتے ہیں۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں مقیم آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم ایم ایس سی اکنامکس، "4.'5، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0322-6901579

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، تعلیم ایم ایس سی، عمر 22 سال، دینی گھرانے سے تعلیم یافتہ، برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0331-3516040

☆ بیٹا، عمر 40 سال، تعلیم ڈبل ایم اے، بی ایڈ، ایم ایڈ، گورنمنٹ ملازم، باشرع کو عقدِ ثانی کے لیے تعلیم یافتہ، باشرع لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0335-6990590 0306-7984910

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ صدر انجمن خدام القرآن خیبر پختونخوا محترم انجینئر طارق خورشید وفات پا گئے

☆ رفقائے تنظیم خورشید نبی نور گوجرانوالہ اور طارق خورشید پشاور کے بہنوئی ڈاکٹر ظفر اللہ خان وفات پا گئے

☆ گلزار ہجری، کراچی کے ملتزم رفیق جناب احمد موسیٰ کے والد وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِي رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

محترم ڈاکٹر صاحبؒ کے شخصی احوال، سوانح اور گراں قدر علمی، دینی و قرآنی خدمات کے تذکرہ پر محیط ایک جامع اور مبسوط دستاویز

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
شخصیت اور دینی خدمات

محترمہ رافعۃ الجبین

کا ایم ایس علومِ اسلامیہ کا 5 ابواب پر مشتمل تحقیقی مقالہ:

- ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے حالاتِ زندگی اور ان کا دور
- ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تصنیفی اور تالیفی خدمات
- ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی دعوتی، تبلیغی اور تنظیمی خدمات
- ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے افکار اور عصر حاضر
- ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی خدماتِ تفسیر قرآن

دیدہ زیب ٹائٹل ❁ امپورٹڈ بک پیپر ❁ اعلیٰ معیاری طباعت
❁ صفحات: 320 ❁ قیمت: صرف 250 روپے

شائع کردہ
مکتبہ خدام القرآن لاہور
36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-35869501
Email: maktaba@tanzeem.org Website: www.tanzeem.org

پریشان نہ ہوں...... رِزق مقدر ہو چکا

مولانا محمد صادق

اگر انسان کے اعمال کی بنیاد پر کسی زمانے میں روزی کے حوالے سے تنگ دستی طے تھی تو اس مدت میں اس پر تنگ دستی کا حال گزرتا ہے (جس میں اللہ تعالیٰ کی مشیت/حکمت اور فیصلہ شامل حال رہتا ہے) کسی زمانے میں روزی کے حوالے سے فراخی طے تھی تو اس مدت میں فراخی......خوشحالی......کشادگی......آسودگی......کشائش...... دولت مندی کا دور دورہ رہتا۔ (اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت، حکمت اور فیصلہ رہتا ہے)

دیگر احوال کی طرح یہ دن بھی ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ روزی کے حوالے سے کسی کے لیے اگر ابتداء سے انتہا تک روزی کے اسباب باوجود کوشش کے روٹھے رہتے ہیں تو اس میں نہ کوئی حکمت کارفرما ہوتی ہے اور کوئی سعی کارگر (مفید) ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کسی کے لیے خوش حالی کے اسباب کی از ابتدا و انتہا فراوانی رہتی ہے تو یہ بھی اس کا اپنا ذاتی کمال نہیں ہوتا اس میں بھی حکمت الٰہیہ ہی کا عمل دخل ہوتا ہے۔ اگر کسی کے لیے شروع میں کسمپرسی کا راج ہو اور آخر میں آسائشات کا رواج آ جائے تو وہ بھی قدرت کے فیصلے کا ظہور ہوتا ہے۔ اگر کسی پر ستقبالی حالات کے بعد استد باری واقعات کی بارش برسنے لگے تو وہ بھی مشیت الٰہیہ کا کرشمہ ہی کہلائے گا۔ (بس بندے کے لیے رضا بالقضا کے یقین کے حصار میں شکر اور صبر کے درمیان اُمید اور خوف کے ہتھیاروں سے آراستہ رہتے ہوئے کمائی کے جائز ذرائع کو ان کی روح کے مطابق اختیار کرتے ہوئے ان کے تقاضوں کو پورا کرتے رہنے کے ساتھ معاملہ (نتیجہ) اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہی عافیت ہے)......

جہاں تک روزی میں اضافہ...... بڑھوتری...... زیادتی، بیشی...... افزونی...... کثرت، افراط...... بہتات...... فراوانی کا تعلق ہے......وہ اس معنی میں نہیں ہوتی کہ آمدن کی مقدار بڑھا دی جائے یہ مقداریں تو کمی بیشی کے تناظر میں متعین ہیں۔

اصل یہ ہے کہ آمدنی کی مقدار جو کچھ بھی ہو...... آخر ان بخل و اسراف کے درمیان حد اعتدال میں رہتے ہوئے ضرورت کے مطابق پورے ہوتے رہیں......

اس حالت، اس کیفیت، اس درجے، اس مقام، اس حیثیت کا ایک لفظی نام ''برکت'' ہے......آمدنی ہو اور اس پر بخل کی پرچھائیاں طاری ہوں، حاوی رہیں تو یہ نحوست ہے......آمدنی نہ ہو اور اسراف کی حکومت ہو تو یہ بے برکتی ہے...... آمدنی کے ذرائع جائز ہوں اور اخراجات میں تنگی ہو تو یہ آزمائش ہے......ایسی کسی ایک آزمائش (فاقہ) پر اللہ تعالیٰ کے دربار میں تو آہ و زاری ہو لیکن مخلوق کے سامنے ہائے واویلا نہ ہو تو اس ایک صبر پر حلال روزی کے ایک سال کے لیے دروازے کھل جاتے ہیں...... (بھوک و پیاس کی حاجت مٹانے کے لیے بھوک و پیاس کا پیدا کرنے والا روٹی، پانی کا محتاج بھی نہیں ہے...... روٹی...... پانی سے ہی بھوک و پیاس مٹانے کا پابند بھی نہیں ہے...... دجال کے زمانے میں مؤمن کا یہ مسئلہ ذکر الٰہی سے ہی حل ہوتا رہے گا...... آج بھی اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے......روٹی...... پانی، بھوک و پیاس مٹائے جانے کا ایک سبب ہے رب نہیں ہے...... جوع البقر (ایک بیماری جس میں کھانا کھاتے رہنے کے باوجود بھوک نہیں مٹتی) کے مریض کا یہ مسئلہ روٹی پانی سے بھی حل نہیں ہو پا رہا۔

روزی میں برکت پیدا کرنے کے ذرائع

1۔ بالغ ہونے سے لے کر موت تک کی زندگی مسلسل اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نبی ﷺ کے طریقوں کے مطابق گزارتے رہنا......اس کا اصطلاحی نام ''تقویٰ'' ہے...... یہ تقویٰ کشادگی کے پھاٹک کھولنے کی کنجی (چابی) ہے......کشادگی کے راستوں میں حائل رُکاوٹوں کو دور کر دینے کا آلہ ہے۔

2۔ اسباب معیشت اختیار کرنے کے باوجود اپنے عجز کا اقرار کرتے ہوئے نتیجے کے حوالے سے نظر اسباب کے خالق یعنی اللہ تعالیٰ پر رکھنا......اس کا اصطلاحی نام ''توکل'' ہے...... یہ صفت پرندہ میں بدرجہ اُتم پائی جاتی ہے...... صبح کو اپنے گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں......شام کو اپنے گھونسلوں میں پیٹ بھرے لوٹتے ہیں۔

3۔ اطاعت الٰہیہ میں زندگی بسر ہونے کے باوجود نافرمانی ہو جانے کی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں روزانہ کی بنیاد پر معافی کی درخواست بھیجتے رہنا...... اصطلاح میں اسے ''استغفار'' کہتے ہیں۔ یہ کئی طرح کی...... ہر وقت...... ہر جگہ عافیت بھری مہربانیوں کی موسلا دھار بارشوں کے برسوا تے رہنے کا خاص الخاص فارمولا ہے......خوش خبری ہے ان خوش نصیبوں کے لیے جن کے اعمال ناموں میں اس کی کثرت ہوتی ہے۔

4۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنا مقرب بنا لینے اور انہیں خوب......نوازتے رہنے کے لیے یوں تو کچھ مخصوص اعمال عنایت فرما رکھے ہیں......

انہی میں ایک مخصوص عمل روزانہ کی بنیاد پر دن میں پانچ (5) مرتبہ بطور فرض عطا فرمایا ہے۔

اسے اصطلاح میں ''نماز'' کہتے ہیں......

دن میں پانچ مختلف اوقات میں فرض کیے جانے والے اس عمل کا اہتمام روزی میں برکت کا ضامن ہے۔

5۔ روزانہ صبح و رات ''سورۃ یٰسین'' کی تلاوت کا اہتمام رہے۔

6۔ روزانہ رات کو ''سورۃ واقعہ'' کی تلاوت کا اہتمام رہے۔

7۔ اپنی حیثیت کے مطابق رضاء الٰہی کے حصول کی نیت سے نفلی مالی عبادت کی ادائیگی کا اہتمام رکھنا اصطلاح میں اسے ''صدقہ'' کہتے ہیں...... نفلی صدقات مسلم و غیر مسلم ناداروں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔

☆☆☆

مال و دولت کی حقیقت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دولت مٹی کی طرح ہے اور مٹی کو پیر کے نیچے رکھنا چاہیے......اگر سر پر چڑھاؤ گے تو قبر بن جائے گی۔ قبر زندہ لوگوں کے لیے نہیں ہوتی۔

داعیٔ قرآن **ڈاکٹر اسرار احمد** رحمۃ اللہ علیہ کی چند فکر انگیز تالیفات

شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن اب کتابی شکل میں

بیانُ القرآن

ترجمہ و مختصر تفسیر

7 حصوں میں، قیمت 3600 روپے

قرآن حکیم کی عظمت وتعارف اور حقوق ومطالبات جیسے علمی وعملی موضوعات پر 8 کتابوں کا مجموعہ

قرآنِ حکیم اور ہم

اشاعت خاص 450 روپے، اشاعت عام 300 روپے

عظمت مصطفیٰ ﷺ، مقصد بعثت، اسوۂ رسول ﷺ اور سیرت نبویؐ کے انقلابی پہلوؤں پر مشتمل مقالات کا مجموعہ

رسولِ اکرم ﷺ اور ہم

اشاعت خاص 450 روپے، اشاعت عام 300 روپے

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں اسلامی انقلاب کے مراحل ومدارج اور لوازم

منہجِ انقلابِ نبویؐ

مجلد 400 روپے، غیر مجلد 200 روپے

سیرت مطہرہ کے دل پذیر موضوع پر ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے آخری خطابات کا مجموعہ

سیرتِ خیرُ الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

صفحات 240، قیمت 180 روپے

شرک کی حقیقت، اقسام اور دورِ حاضر کے شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجیے

حقیقت و اَقسامِ شرک

اشاعت خاص 100 روپے، اشاعت عام 60 روپے

امت مسلمہ سے خطاب کے ضمن میں قرآن کی جامع ترین سورت

سُورۃُ الحدید

(اُمُّ المُسبِّحات) کی مختصر تشریح

اشاعت خاص 300 روپے، اشاعت عام 150 روپے

خلافت کی حقیقت

اور عصرِ حاضر میں اس کا نظام

اشاعت خاص 200 روپے، اشاعت عام 100 روپے

☆ علماء کرام، مدرسین اور طُلّاب کے لیے خصوصی رعایت ☆ مفصل فہرست بلا قیمت طلب کیجیے

مکتبہ خدام القرآن

36-K ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: (042) 35869501-3

ای میل maktaba@tanzeem.org ویب سائٹ www.tanzeem.org

VOL : 25 Regd. C.P.L NO. 114 No.36
Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore